

کتاب

۱۹۶۷ء

مسالك الحنفية في المصطفى

مع ترجمه المعروف به

الشيخ

والدين مصطفى



مؤلفه

حضرة الامام علامه جلال الدين سيوطي



ناشر: دار نعیمیہ ہفت سوار

مچی گیت

بنی الثقلین امام القبلتین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین شریفین
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مسلمین یعنی مطیع قرآن و وارث ہونے کے ثبوت میں
رسائل عجیبہ المستفی بہ

مسالك الحنفیة لأبویہ المصطفیٰ

مع ترجمہ

الاصطفاء بالنعماء لإبائہ الا تقيده

المعروف به

والدین مصطفیٰ

مؤلفہ

الشیخ الامام العلامة جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی المتوفی ۸۹۵ھ رحمۃ اللہ علیہ
مترجمہ

الفاضل العلامة المفتی السید غلام معین الدین النعمی (کاغذ خلیل المتولد ۱۳۳۵ھ) مترجم
الناشر

ادارہ نعیمیہ رضویہ ہفت روزہ سواداظم، موچی گیٹ لاہور

قیمت ڈیڑھ روپیہ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى

هذا تاليف يسمى "مسالك الخفا" والذي المصطفى في مسألة الحكم في ابوي النبي صلى الله عليه وآله وسلم انهما ناجيان وليسا في النار، صرح بذلك جمع من العلماء؛ ولهم في تقرير ذلك مسالك:

المسلك الاول

انهما ماتا قبل البعثة فلا تغيب قبلها لقوله تعالى: "وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا" وقد اطبقت ائمتنا الاشاعرة من اهل الكلام والاصول والشافعية من الفقهاء على ان من ولم تبلغ الدعوة يموت ناجيا، وانه لا يقاتل حتى يدعى الى الاسلام؛ وانه اذا قتل يضمن بالدية والكفارة، نص عليه الامام الشافعي رضي الله عنه وسائر اصحاب بل زاد بعض الاصحاب وقال: انه يجب في قتله القصاص، ولكن الصحيح خلافه لانه ليس بمسلم حقيقي، وشروط القصاص المكانية. وقد علل بعض الفقهاء كونه اذامات لا يعذب بانه على اصل الفطرة، ولم يقع منه عناد ولا جاعة رسول فكذب.

وهذا المسلك اول ما سمعته في هذا المقام الذي نحن فيه من شيخنا شيخ الاسلام شرف الدين

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسائل الحنفیہ فی والدی المصطفیٰ

الحمد لله واسلام على عباده الذين اصطفى انا بعد (علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی) یہ تالیف جس کا نام ”مسائل الحنفیہ فی والدی المصطفیٰ“ ہے اس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے بچپن میں یہ حکم ہے کہ وہ دونوں جہنمی نہیں ہیں۔ اس کی تصریح علماء اہل سنت کی ایک جماعت نے کی ہے ان کے مذہب و مسلک کی وضاحت یہ ہے کہ وہ

پہلا مسلک مذہبِ اہل سنت نبوت سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

اور جو لوگ بعثت سے قبل گزر چکے ہیں وہ لایحی عذاب نہیں ہوتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
وَمَا كُنْ مَعَهُ يَوْمَ الْحَرْبِ حَاضِرًا
اور ہم غائب کیے ولے نہیں حتیٰ کہ ہم
رَسُولًا (پ - ۶ - ۲) ان میں رسول بھیجیں۔

افنا عمر کے اصول و کلام کے ائمہ کا ایک طبقہ اور فقہائے شافعیہ کا یہ مسلک ہے کہ جو اس حال میں مر جائے کہ اسے کسی نبی کی دعوت و تبلیغ نہ پہنچے، وہ ناجی مرتا ہے۔ اور یہ کہ اسے اس وقت تک قتل نہ کیا جائے، جب تک کہ اسلام کی دعوت نہ بچائے اور اگر دعوت اسلام سے پہلے اسے قتل کر دیا، تو ضمان میں دیتہ و کفارہ لازم ہوگا۔ اس پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور تمام صحابہ کی نفس صریح ہے، بلکہ بعض صحابہ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ ایسے کے قتل کرنے سے قصاص واجب ہو جاتا ہے لیکن صحیح مسئلہ اسکے خلاف ہے۔ اس لیے کہ ایسا شخص حقیقی مسلمان نہیں ہے اور قصاص کی شرط، مکافات یعنی بدلہ دینا ہے۔

المناوي ^{رحمه} فانه سئل عن والد النبي صلى الله عليه وآله وسلم: هل هو
 في النار؟ فزأر السائل زأرة شديدة، فقال له السائل: هل ثبت اسلامه؟
 فقال: انه مات في الفترة ولا تعذيب قبل البعثة. ونقله سبط ابن
 الجوزي ^{رحمه} في كتاب "مراة الزمان" عن جماعة فانه حكى كلام مجده على حديث
 احياء امه صلى الله عليه وآله وسلم ثم قال: ما نصه: وقال قوم قد قال الله
 تعالى: "ما كنا معذبين حتى نبعث رسولا" والدعوة لم تبلغ اباه وامه فما
 ذنبهما. وجوز به الابي في "شرح المسلم" وسأذكر عبارته، وقد ورد في
 اهل الفترة احاديث انهم يمتحنون يوم القيامة، وايات مشيرة
 الى عدم تعذيبهم، والى ذلك مال حافظ العصر شيخ الاسلام ابو الفضل
 ابن حجر في بعض كتبه فقال: والظن بابائه صلى الله عليه وآله وسلم
 يعني الذين ماتوا قبل البعثة انهم يطيعون عند الامتحان اكراماً له صلى
 الله عليه وآله وسلم لتقربهم عينه، وقد جعلت قضبة الامتحان داخلة
 في هذا المسلك مع ان الظاهر انها مسلك مستنقل لكن وجدت ذلك
 له وذكر في حسن المحاضرة: المناوي هو قاضي القضاة شرف الدين يحيى
 بن محمد بن محمد بن محمد شيخ الاسلام، ولد سنة ثمان وتسعين وسبع
 مائة ولازم الشيخ ولي الدين العراقي وتخرج به في الفقه والاصول وسمع الحديث
 عليه وعلى الشرف ابن الكويك وتصدى للاقراء والافتاء وتخرج به الاعيان
 ودلى تدريس الشافعي وقضاء الديار المصرية، وله تصانيف، منها شرح
 مختصر المتوفى، توفي ليلة الاثنين ثاني عشر جمادى الآخرة سنة احدى
 مبعين وثمان مائة. رحمه الله تعالى. ^{رحمه} وهو ابو المظفر يوسف ابن تواد على
 المعروف بسبط ابن الجوزي، المتوفى سنة اربع وخمسين وست مائة.

اور بعض فقہاء نے اسکی یہ علت بیان فرمائی ہے کہ ایسا شخص جیکہ مر جائے تو اسے عذاب نہ ہوگا، کیونکہ اس کی اصل فترت پر ہے، اور نہ اس کی جانب سے دشمنی کا اظہار ہوا، اور نہ کوئی رسول آیا جس نے اُس کی تکذیب کی ہو۔

یہ پہلا مسلک و مذہب ہے جسے میں نے اس مقام میں جہاں ہم ہیں اپنے شیخ و استاذ، شیخ الاسلام شرف الدین المنادی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا، کیونکہ اُن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے بارے میں کسی نے سوال کیا تھا کہ کیا وہ جہنم میں ہیں؟ اس پر اُنھوں نے سائل کو خوب چھڑکا، اور فرمایا کیا اُن کا اسلام ثابت ہے؟۔ پھر فرمایا بلاشبہ اُن کا فترت پر انتقال ہوا، اور بخت سے پہلے مستحق عذاب نہیں بنتا۔

سبط ابن جوزی نے اپنی کتاب ”مرآة الزمان“ میں ایک جماعت سے روایت نقل کی، اور اُنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کے زندہ کرنے کی حدیث پر اپنے دادا کی بحث بیان کرتے ہوئے کہا ”مالضہ“ یعنی اسکی کوئی تصریح نہیں۔ حالانکہ ایک جماعت کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا كُنَّا مَعَكُمْ يَوْمَ تَبْعَثَ رَسُولًا یعنی ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک کہ ہم اُن میں رسول کو نہ بھیجیں۔ اور جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام آپ کی والدہ ماجدہ اور والد ماجد رضی اللہ عنہما کو نہیں پہنچی، تو اُن دونوں کا کیا گناہ ہے؟ اور اس روایت پر میرے والد نے ”شرح مسلم“ میں یقین کا اظہار فرمایا، عنقریب میں اُن کی عبارت نقل کروں گا۔

بلاشبہ اہل فترت کے بارے میں احادیث مروی ہیں کہ قیامت کے دن اُن کا امتحان لیا جائے گا، اور آیات قرآنیہ اُنکے غیر مغرب ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ اور حافظ العصر شیخ الاسلام ابو الفضل ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ بعض اپنی کتابوں میں اس مسلک کی طرف مائل ہوتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی کریم

لمعنى دقيق لا يخفى على ذوى التحقيق.

ذكر الايات المشيرة الى ذلك

الآية الاولى قوله تعالى: "وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا" وهذه الآية هي التي اطبقت ائمة السنة على الاستدلال بها في انه لا تعذب قبل البعث، وردوا بها على المعتزلة ومن وافقهم في تحكيم العقل. اخرج ابن جرير وابن ابى حاتم في تفسيريهما عن قتادة في قوله تعالى: "وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا" قال: ان الله ليس بمعذب احد حتى يسبق اليه من الله خيرا او ياتي به من الله بينة. الآية الثانية قوله تعالى: "ذلك ان لم يكن ربك مهلك القرى بظلم واهلها غفلون" اورد هذه الآية الزركشى في: "شرح جمع الجوامع" استدلالا على قاعدة ان شكر المنعم ليس بواجب عقلا بالسمع. الآية الثالثة قوله تعالى: "ولولا ان تصيبهم مصيبة بما قدمت ايديهم، فيقولوا ربنا لولا ادرسنا رسولنا فنتبج ايتك ونكون من المؤمنين" اورد هذه الزركشى ايضا. واخرج ابن ابى حاتم في تفسيره عنه هذه الآية بسند حسن عن ابى سعيد الخدري رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: الهالك في الفترة يقول: الم ياتي كتابا لرسول ثم قرا هذه الآية: "دبنا لولا ادرسنا رسولنا فنتبج ايتك ونكون من المؤمنين" الآية الرابعة قوله تعالى: "ولوا انا اهلكناهم بعد اب من قبله لقالوا ربنا لولا ادرسنا رسولنا فنتبج ايتك من قبل ان نذل ونخزى" اخرج ابن ابى حاتم له وهو الدلالة الشيخ بدران بن محمد بن عبد الله الزركشى الشافعي رحمه الله، المتوفى سنة اربع وتسعين وسميع مائة.

صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن آباء و اجداد کے بارے میں جو بعثت سے پہلے انتقال کر چکے ہیں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام اور آپ سے ذاتی قرابت کے لحاظ سے گمان یہ ہے
کہ بوقت امتحان وہ فرمانبردار و مطیع ہونگے۔

حضرت علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ نے اس مسلک میں قضیۂ امتحان کو بھی داخل کر دیا
باوجودیکہ یہ ظاہرات ہے کہ قضیۂ امتحان مستقل جہاگاہ مسئلہ ہے، لیکن میں نے
اس عبارت میں دقیق معنی پائے، جو اصحاب تحقیق پر پوشیدہ نہیں۔

اس مسلک پر جو آیات اشارہ کرتی ہیں اُن کا بیان
پہلی آیت کریمہ: **وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ** | اور ہم عذاب کرنے والے نہیں ہیں
حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا (پ - ۷۶) | ہم رسول نہ بھیجیں۔

یہ وہ آیت کریمہ ہے جس سے ائمہ اہل سنت کے ایک طبقہ نے استدلال کیا ہے
کہ بعثت سے پہلے لوگوں پر عذاب نہ ہوگا۔ اور انھوں نے اس استدلال کے ذریعہ
معتزلہ اور وہ لوگ جو عقل کے پیروکار ہیں دونوں کا رد کیا ہے۔ چنانچہ حضرت
ابن جریر، اور حضرت ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے اپنی اپنی تفسیر میں حضرت قتادہ
رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں نقل کیا کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ کسی کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک اُس کے پاس
پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر یا اس کی جانب سے کوئی یقینی دلیل نہ آجائے۔

دوسری آیت کریمہ: **وَالَا أَنْ كُفَّ** | یہ اس لیے کہ تمہارا رب بستیوں کو
يَكُنْ أَتْبَعًا مِّمَّا يَتَّبِعُ الْفَقْرَىٰ بَطْلَمَ | ظلم سے تباہ نہیں کرتا کہ اُن کے
أَهْلًا غَاطِلُونَ (پ - ۳۶) | لوگ بے خبر ہوں۔

اس آیت کریمہ کو علامہ ندوی رحمۃ اللہ ”شرح جمع الجوامع“ میں اس قاعدہ
کے استدلال میں لائے ہیں کہ نعمت یعنی نعمت دینے والے کا شکر بجالانا محض
عقل سے واجب نہیں ہوتا، بلکہ سمع سے واجب ہوتا ہے۔

في تفسيره عند هذه الآية عن عطية العوفي قال: أهلك في الفترة يقول
 رب المياتني كتاب ولا رسول، وقوا هذه الآية: "ولو أنا أهلكناهم بعذاب
 من قبله - إلى آخر الآية. الآية الخامسة قوله تعالى: "وما كان ربك عصى
 القرى حتى يبعث في أمها رسولا يتلو عليهم آيتنا". أخرج ابن أبي حاتم عن
 ابن عباس وقائدة في الآية: "والألم يهلك تعالى أهل مكة حتى بعث إليهم
 محمد صلى الله عليه وآله وسلم فلما كذبوا وظلموا فبذلك هلكوا. الآية
 السادسة قوله تعالى: "وهذا كتب أنزلناه مبارك فاتبعوه واتقوا العلكم ترجون
 أن تقولوا إنما أنزل الكتب على طائفتين من قبلنا وإن كنا عن دراستهم لغفيلين".
 الآية السابعة قوله تعالى: "وما أهلكنا من قرية إلا لها منذرون ذكرى وما كنا
 ظالمين". أخرج عبد بن حميد وابن المنذر وابن أبي حاتم في تفسيرهم عن قتادة
 في الآية قال: "ما أهلك الله من قرية إلا من بعد الحجّة والبينة والعدا حتى
 يرسل الرسل وينزل الكتب تذكرة لهم وموعظة وحجة لله ذكرى وما كنا
 ظالمين" يقول: "ما كنا لنعدبهم إلا من بعد، البينة والحجة. الآية الثامنة قوله
 تعالى: "وهم يصطرحون فيها ربنا أخرجنا نعمل صالحا غير الذي كنا نعمل أولم
 نعمكم ما يتذكر فيه من تذكرة وجاءكم النذير". قال المفسرون: أحجج عليهم
 ببشارة النبي صلى الله عليه وآله وسلم وهو المراد بالنذير في الآية.

ذكر الأحاديث الواردة في أن أهل الفترة
 يستحقون يوم القيامة من طاع منهم
 ادخل الجنة ومن عصى ادخل النار

تیسری آیت کریمہ :- وَلَوْ لَا اَنْ لَّصِیْبُكُمْ
مُصِیْبَةٌ فَمَا قَدْ مَتَّ اٰیِدِیْہُمْ فِیْ قَوْلَا
رَبِّنَا لَوْلَا اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا فَتَنْبِیْہُ
اٰیٰتِکَ وَتُکُوْنُ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝
(رپ - ۸۶)

اور اگر نہ ہوتا کہ تم ہی پہنچتا انھیں کوئی مصیبت
اسکے سبب جو آئے انھوں نے آگے بھیجا، تو
کہتے اے ہمارے رب تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری
طرف کوئی رسول کہ ہم تیری آیتوں کی
پیروی کرتے اور ایمان لاتے ۔

اس آیت کریمہ کو علامہ ترکیبی شرح جمع الجوامع میں لاتے ہیں، اور حضرت ابن
ابی حاتم رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت سند حسن کے ساتھ حضرت ابو سعید
خدری رضی اللہ عنہ سے روایت لاتے ہیں کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا
کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

فترت پڑھنے والا کہے گا اے خدا میرے پاس
نہ کتاب آئی اور نہ رسول، پھر حضور نے
اس آیت کو تلاوت فرمایا
اگر ہم انھیں کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے
رسول کے آنے سے پہلے تو ضرور کہتے اے ہمارے
رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا
کہ ہم تیری آیتوں پر چلتے قبل اس کے کہ
ذلیل و رسوا ہوتے ۔

اَلْہٰ اِلٰہَی الْفِرَہَ یَقُوْلُ رَبِّ لِمَ
یَا تُنِیْ کِتَابٍ وَّلَا رَسُوْلٍ ثُمَّ قَرَأَ
ہٰذِہَ الْاٰیَۃَ رَبِّنَا لَوْلَا اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا الْاٰیَۃَ
چوتھی آیت کریمہ :- وَلَوْ اَنَا اَهْلَکْنٰہُمْ
یَعْنٰی اَبِیْہِ مِنْ قَبْلِہِ لَعَالَوْ اَرْبَبْنَا
لَوْلَا اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا فَتَنْبِیْہُ
اٰیٰتِکَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِیْلَ وَنَخْزِیْ
(رپ - ۸۷)

اس آیت کریمہ کے تحت حضرت ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں حضرت عطیہ العوفی
رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فترت میں
مرنے والا کہے گا اے خدا میرے پاس نہ کتاب آئی نہ رسول آیا، اس کے بعد یہ
آیت کریمہ پڑھی وَلَوْ اَنَا اَهْلَکْنٰہُمْ الْاٰیَۃَ
پانچویں آیت کریمہ :- وَہَا کَانَ ذٰلِکَ | اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک نہیں کرتا

الحديث الأول: أخرج الإمام أحمد بن حنبل وإسحاق بن راهويه في مسند
 والبيهقي في كتاب الاعتقاد وصححه عن الأسود بن سريع - رضي الله عنه -
 أن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال: أربعة يحتجون يوم القيامة: رجل
 أحرم لا يسمع شيئاً، ورجل أحق، ورجل هوم، ورجل مات في فترة؛ وأما
 الأصم فيقول: رب! لقد جاء الإسلام وما أسمع شيئاً، وأما الرحمت فيقول:
 رب! لقد جاء الإسلام والبصيان يخذوني بالبعر، وأما الهوم فيقول:
 رب! لقد جاء الإسلام وما أعقل شيئاً، وأما الذي مات في الفترة فيقول:
 رب! ما أتاني لك رسول؛ فيأخذ موثقهم ليطيعه، فيرسل إليهم أن أدخلوا
 الفار! فمن دخلها كانت عليه برد أو سلاماً، ومن لم يردخلها يستجر إليها.
 الحديث الثاني: أخرج أحمد بن حنبل وإسحاق بن راهويه في مسنديهما
 وابن مردويه في تفسيره والبيهقي في الاعتقاد عن أبي هريرة رضي الله تعالى
 عنه أن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال: أربعة يحتجون - قد كرمش
 حديث الأسود بن سريع - رضي الله عنه - . الحديث الثالث: أخرج
 البزار في مسنده عن أبي سعيد الخدري - رضي الله عنه - قال قال رسول
 الله صلى الله عليه وآله وسلم: يؤتى بالهالك في الفترة والمعتوه والمولود؛
 فيقول الهالك في الفترة: لم يأتني كتاب ولا رسول، ويقول المعتوه: إني
 رب! لم تجعل لي عقلاً أعقل به خيراً ولا شراً، ويقول المولود: لم أدرك العمل؛
 قال: فيرفع لهم نار فيقال لها: ودوها - أو قال: ادخلوها - فيدخلها من كان
 في علم الله سعيد الوادرك العمل، ويمسك عنها من كان في علم
 الله شقياً لو أدرك العمل، فيقول تبارك وتعالى: أي عصيت
 وكيف برسلي بالغييب! في استأذنة عطفة العوفي فيه

جہنک انھی اصل مرجع میں رسول بھیجے
جو ان پر ہماری امتیں پڑے۔۔۔۔۔

اس آیت کریمہ کے تحت حضرت ابن ابی حاتم رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ:-

مگر اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو ہلاک نہ فرمایا
یہاں تک کہ انکی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کو بھیجا، پھر جب انہوں نے آپ کی تکذیب کی
اور آپ کو ظلم کیا تو اسکی جزا پر وہ ہلاک ہوئے
اور یہ حرکت والی کتاب ہمیں اتاری، تو
اسکی پیروی کرو، اور پرہیزگاری کرو کہ
تم پر رحم ہو، بھی کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے
دو گروہوں پہ نازل ہوئی تھی، اور ہمیں پڑھنے
پڑھانے کی کچھ خبر نہ تھی۔

اور ہم نے کوئی ایسی ہلاک نہ کی جسے ذکر
نہیں ملے، نہ ہمیں نصیحت کے لیے
اور ہم ظلم نہیں کرتے۔

مَلِكِ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمَمًا
رَّسُولًا يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا ۚ (پ۔ ۴)

اس آیت کریمہ کے تحت حضرت ابن عباس اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ:-
الا لم يهلك الله تعالى اهل مكة
حتى يبعث اليهم محمد اً صلى الله عليه
وسلم فلما كذبوا وظلموا
فذا لك اهلكوا الحديث

جسکی آیت کریمہ:- وَهَذَا كِتَابُ التَّوْرَةِ
مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا الْعَالَمَ
اِنَّ تَقْوَاكُمْ اَنزَلْنَا الْكِتَابَ عَلٰى قُلُوبِنَا
مِنْ قَبْلُ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِنْ
الظَّالِمِيْنَ ۝ (پ۔ ۴-۵)

ساتویں آیت کریمہ:- وَمَا اَعْطٰكُمَا
مِنْ قُرْآنٍ اِلَّا هَا مُثَنِّدُوْنَ ۝
ذِكْرًا لِّمَا كُنَّا نَظْلِمُ ۝ (پ۔ ۴-۵)

اس آیت کریمہ کے تحت حضرت عبد بن حمید ابن مسعود اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے اپنی اپنی تفاسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انھوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کسی آبادی کو ہلاک نہ کیا مگر حق و عدل اور فساد کے بعد یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکے پاس رسولوں کو بھیجا، اور انکی تنبیہ، نصیحت اور عیب کیلئے کتاب میں نازل فرمایا "ذِكْرًا لِّمَا كُنَّا نَظْلِمُ" (پ۔ ۴-۵) فرماتا ہے ہم انھیں عذاب نہیں دیتے مگر دلیل و حجت کے بعد۔

ضعف، والترمذي يحسن حديثه: وهذا الحديث له شواهد تقتضي
الحكم بحسنه وثبوته. الحديث الرابع: أخرج البزار وأبو يعلى في مسنديهما
عن أنس رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم:
يؤتى بأربعة يوم القيامة بالمولود والمعنوة ومن مات في الفترة وباشيخ
الغاي كلهم متكلم بحجته، فيقول الله تبارك وتعالى لمنق من جهنم: ابزأ
فيقول لهم: اني كنت ابث الى عبادي وسلام من انفسهم واني رسول نفسي
اليكم، ادخلوا هذه! فيقول من كتب عليه الشقاء: يا رب! انت دخلناها
وما كنا نعرف! ومن كتب له السعادة فيمضي فيقتحم فيها مسرعاً، فيقول
الله: قد عصيتهموني فانتم لرسلي اشد تكذيباً ومعصية! فيدخل هؤلاء
الجنة وهؤلاء النار. الحديث الخامس: أخرج عبد الرزاق وابن جرير
وابن المنذر وابن أبي حاتم عن ابى هريرة رضي الله تعالى عنه قال قلنا
كان يوم القيامة جميع الله اهل الفترة والمعنوة والاصم والايكم والشيخ
الذين لم يردوا الاسلام ثم ارسل اليهم رسولا ان ادخلوا النار! فيقولون:
كيف ولم يأتنا رسل! قال: وايم الله! لو دخلوها لكانت عليهم بردا وسلاماً،
ثم يرسل اليهم فيطيعه من كان يريد ان يطيعه! قال ابو هريرة: اقروا وان
شئتم: وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا. استاده صحيح على شواهد شيخين
ومثله لا يقال من قبل الراي فله حكم الرفع. الحديث السادس: أخرج
البزار وأبو أحمد في مستدركه عن ثوبان رضي الله عنه ان النبي صلى الله
عليه قال: أما نظ ابن حجر العسقلاني في تقريب التهذيب: عطية بن سعيد بن
جادة العوفي الجدي أبو الحسن الكوفي صدوق يخطئ كثيراً كان شيعياً مدلساً
من الثالثة مات سنة احدى عشرة ومائة.

اَلْهُدٰى اٰیٰتِ الْکَرِیْمِہِ۔ وَنَعْمَ یٰظُنُّوْنَ
فَیْمَا رَزَقْنَا اٰخِرَ جَنَّاتِنَا مَآ اٰتٰی
عَبْدَ الَّذِیْ کُنَّا نَعْمَلُ اَوَّلَہِ
اَعْمٰرَہُمْ مَا یَتَذَکَّرُ فِیْہِ مَنْ تَذَکَّرَ
سَیِّئًا کَہُمَا الَّذِیْنِ یُرِیْا لَآیَہِ (پ- ۶)

اور وہ اس میں چلاتے ہوئے اے رب
ہمیں نکال کہ ہم اچھا کام کریں، اس کے خلاف
جو پہلے کرتے تھے، اور کیا ہم نے نہیں دیکھا
تو وہی تھی جس میں کچھ لیتا ہے جسے بھٹاتا
اور دوسرا نیز اللہ کے پاس تشریف لایا تھا

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ یوں سے مراد، کفار پر
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے حق تعالیٰ کا جج قائم فرمایا ہے۔

اہل فترت کے بارے میں احادیث کا تذکرہ

کہ ہر دو قیامت اُن کا امتحان ہوگا جس نے اُنکی اطاعت وہ جنت میں داخل ہونگے
اور جس نے نافرمانی کی وہ جہنم میں جائیں گے۔

پہلی حدیث :- حضرت امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ
نے اپنی اپنی سند میں، اور امام ترمذی نے کتاب الاعتقاد میں اس حدیث کی
تخریج کی، اور حضرت اسود بن مسریج رضی اللہ عنہ سے اسکی تصحیح کی کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن چار آدمی جہنم میں جائیں گے۔ ایک بہرا شخص جو بالکل
ہی نہ سنے، دوسرا حق شخص، تیسرا دیوانہ شخص، چوتھا وہ جو فترت میں مر جائے۔
بہرا شخص کہے گا، اے خدا یقیناً اسلام آیا، لیکن میں کچھ سن ہی نہیں سکتا تھا

اور احمق کہے گا، اے رب بیشک اسلام آیا، مگر مجھ پر بچے بے گناہیاں پھینکتے تھے
اور دیوانہ (بہرم) کہے گا، اے رب بیشک اسلام آیا، مگر میں کچھ سمجھ ہی نہیں رکھتا تھا
اور وہ جو فترت میں مر جائے کہے گا، اے رب تیری طرف سے میرے پاس کوئی رسول
کیا ہی نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اُن کا امتحان لے گا کہ کون اسکا فرمانبردار ہے، اور انھیں
حکم دیا جائیگا کہ آگ میں داخل ہو جائے۔ لہذا جو آگ میں (حکم الہی سے) داخل ہو گیا، تو
اُس پر وہ آگ ٹھنڈی سلامتی والی ہو جائے گی۔ اور جو حکم الہی سے) داخل ہونا

عليه وآله وسلم قال: إذا كان يوم القيامة جاء أهل الجاهلية يجعلون
أوثانهم على ظهورهم فيسألهم ربهم، فيقولون: ربنا! لم ترسل إلينا رسولا ولم
يأتنا لك أمر، ولما أرسلت إلينا رسولا كنّا أطوع عبادك، فيقول لهم ربهم:
أرأيتم أن أمرتكم بامر تطيعوني؟ فيقولون: نعم! فيأمرهم أن يحمّدوا إلى
جهنم فيدخلونها، فينطلقون حتى إذا أدنوا منها وجدوا لها قنيضا وزقينا
فوجدوا إلى ربهم فيقولون: ربنا! اجزنا منها، فيقول لهم: ألم ترزعموا أن أمرتكم
بأمر تطيعوني أيأخذن على ذلك موثيقهم، فيقول: نعم! واليهما فادخلا
فينطلقون حتى إذا رادها فرقا ورجعوا، فقالوا: ربنا! فرقنا منها ولا نستطيع
أن ندخلها فخرجنا، فقال النبي صلى الله عليه وآله وسلم: لو دخلوها أوّل
مرة كانت عليهم بردا وسلاما. قال الحاكم: صحيح على شرط البخاري ومسلم.
الحديث السابع: أخبر الطبراني وأبو نعيم عن معاذ بن جبل رضي الله عنه
عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال: يؤتى يوم القيامة بالمسحوق عقلا
وبالهاك في الفترة وبالهاك صغيرا، فيقول المسحوق عقلا: يا رب! لو
أتيته عقلا ما كان من أيتته عقلا يا سعد لعقله متى. وذكر في الهاك في
الفترة والصغير شذ ذلك، فيقول الرب: أني أمرتكم بامر فتطيعوني؟ فيقولون:
نعم! فيقول: اذهبوا فادخلوا النار! قال: ولو دخلوها ما ضربتهم، فتخرج عليهم
فرائص فيظنون أنها قد اهلكت ما خلق الله من شيء، فيرجعون سراعا ثم
يأمرهم الثانية فيرجعون كذلك، فيقول الرب: قبل أن أخلقكم علمت ما
أنتم ماملون وعلى علمي تصيرون، ضميرهم! فتأخذهم قال الكيا الهرامس
في تعليقه في الأصول في مسألة شكوا المنعم: اعلم: أن الذي استقر عليه
له هو على بن محمد الطبري الشافعي المتوفى سنة أربع وخمسين مائة، كان في كشف الظنون

چاہے گا، تو اسے گسیٹ کر ڈال دیا جائے گا۔

دوسری حدیث :- حضرت احمد بن حنبل، اور حضرت اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ
 اپنی اپنی سند میں، اور ابن مہدیہ اپنی تفسیر میں، اور امام بیہقی "الاعتقاد" میں حضرت
 ابو جہرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حفصہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 چار شخص جھگڑا کریں گے، اسکے بعد حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ کی حدیث کی مانند بیان کیا
 تیسری حدیث :- حضرت بزار نے اپنی سند میں، حضرت ابوسعید خدری
 رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی کہ وہ فرماتے ہیں کہ حفصہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 کا ارشاد ہے کہ فترت، منقوہ (دیوانگی) اور شکیاکش میں مرلے والے کو جیب لایا جائیگا
 تو فترت میں مرلے والا شخص کہیگا، اسے رب امیر سے پاس نہ کتاب آئی نہ رسول آیا،
 اور منقوہ یعنی دیوانہ کہیگا، اسے رب اتونے مجھے عقل و سمجھ ہی عطا نہ فرمائی کہ میں
 اچھے، بُرے کی تمیز کر سکتا۔ اور شکیہ کہیگا، میں نے حل کا وقت ہی نہ پایا۔ فرماتے
 ہیں کہ پھر انکے لیے (بغرض امتحان و آزمائش) آگ اٹھائی جائے گی، اور کہا جائیگا
 اسے اپنے ادب پر لوٹ لو، یا یہ کہا جائیگا کہ اس میں داخل ہو جاؤ۔ لہذا اچھے شخص
 علم الہی میں اگر وہ عمل کا وقت پاتا، تو سعید ہوتا، وہ آگ میں داخل ہو جائیگا۔ اور جو
 علم الہی میں اگر وہ عمل کا وقت پاتا، تو شقی و بدبخت رہتا، وہ آگ میں داخل ہوئے
 سے رُک جائیگا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا "ما منے سے وہ ہو جاؤ، تم نافرمان
 ہو، حالت غیب میں میرے رسولوں کے ساتھ گونہ گونہ پیش آتے۔"

اس حدیث کی سند میں عطیۃ العوفی کی وجہ سے ضعف ہے، اور ترمذی نے
 اس حدیث کو حسن کہا، اور اس حدیث کے لیے اور بھی شواہد ہیں، جس سے اسکے
 حسن و ثبوت کا حکم مقتضی ہوتا ہے۔

چوتھی حدیث :- حضرت بزار و ابویعلیٰ نے اپنی اپنی سند میں حضرت انس رضی اللہ
 عنہ سے روایت کی کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ چار شخص

أواد أهل السنة قاطبة أنه لا مدرك للأحكام سوى الشرع المنقول لا يتلقى
 من قضايا العقول. فاما من عد أهل الحق من طبقات المخلق كالرافضة
 والكرامية والمتزلة وغيرهم قائم ذهبوا إلى أن الأحكام منقسمة، فمنها
 ما يتلقى من الشرع المنقول، ومنها ما يتلقى من قضايا العقول. قال: وأما
 نحن فنقول: لا يجب شيء قبل مجيء الرسول فإذا ظهر وأقام المعجزة يمكن العقل
 من النظر؛ فنقول: لا يعلم أول الواجبات إلا بالسمع، فإذا جاء الرسول وجب
 عليه النظر. وعند هذا يسأل المستطرقون فيقولون: ما الواجب الذي هو طاعة
 وليس بقرينة؟ وجوابه: أن النظر الذي هو أول الواجبات طاعة وليس بقرينة
 لأنه ينظر للمعرفة فهو مطيع وليس بمتقرب لأنه إنما يتقرب إلى من يعرفه.
 قال: وذكر شيخنا الإمام في هذا المقام شيئاً حسناً فقال: قيل مجيء الرسول
 يتعارض الخواطر والطرق إذا ما من خاطر يعرض له ألا يمكن أن يقدر أن
 يخطر خاطراً على تقيضه فيتعارض الخواطر ويقع العقل في حيرة ودهشة
 فيجب التوقف إلى أن يتكشف الغمّة وليس ذلك إلا لمجيء الرسول. وههنا
 قال الاستاذ أبو إسحاق: إن قول "لا أدري" نصف العلم، ومعناه أنه انتهى على
 إلى حد وقف عنده مجاوزة العقل وهذا إنما يقوله من وقف في العلم و
 عرف مجازي العقل بما لا يجري فيه وقف عنده - انتهى. وقال الإمام فخر
 الدين الرازي في "المحصول": شكر المنعم لا يجب عقلاً خلافاً للمعتزلة، لأننا
 أنه لو تحقق الوجوب قبل البعثة لعذب تادك ولا تعذيب قبل البعث
 فلا وجوب، أما الملازمة فينبغي، وأما أنه لا تعذيب فلقوله سبحانه وتعالى
 "وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا" بقي التعذيب إلى غاية البعثة فينبغي
 والأوقع الخفت في قول الله وهو محال - انتهى. وذكر أتباعه مثل ذلك

قیامت میں لائے جائیں گے، بچے، دیوانے، وہ جو فترت میں مرا، اور شیخ قالی بھٹھا
 ہر ایک اپنی اپنی برکت کی دلیل میں پورے گا۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ جہنم کے دہانے کو
 حکم دے گا کہ کھل جا! پھر ان سے فرمائے گا میں (دنیا میں) بندوں کی طرف اپنی جانب
 سے اپنے رسولوں کو بھیجتا تھا، اب میں بذاتِ خود تمہارے سامنے ہوں، اس جہنم میں
 داخل ہو جاؤ۔ اُس وقت جبکی تقدیر میں شقاوت لکھی جا چکی ہے کہے گا، اے رب
 کیا تو ہمیں دہاں داخل ہونے کا حکم فرماتا ہے، جسے ہم جانتے بھی نہیں۔ اور جبکی
 تقدیر میں سعادت لکھی جا چکی ہے، وہ داخل ہو کر اس میں دوڑتا ہو گا۔ پھر اللہ تعالیٰ
 فرمائے گا، جیکہ اب تم نے میری نافرمانی کی، تو میرے رسولوں کو تو اس سے بڑھ کر
 جھٹلاتے اور نافرمانی کرتے۔ پھر اللہ تعالیٰ سید کو جنت میں ادھی کو غنیمت میں داخل کر دیا۔

پانچویں حدیث :- حضرت عبدالرزاق، ابن حجر، ابن المنذر، اور ابن
 ابی حاتم، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اہل فترت، مجنونا، محاس، گونگے، بہرے
 اور ان بوڑھوں کو جنہیں اسلام کی دعوت نہیں پہنچی، جمع کر کے فرشتوں کو آٹھ پائے پاس
 بھیجے گا کہ انہیں (بغرض امتحان) جہنم کی آگ میں ڈال دیں، اُس وقت وہ کہیں گے کہ یہ
 کیوں ہے؟ ہمارے پاس تو رسول بھی نہ آئے؟ — حضور فرماتے ہیں، خلیق قسم
 اگر وہ آگ میں (حکم سننے ہی) داخل ہو جاتے، تو یقیناً وہ آگ ان پر ٹھنڈی سلامتی ٹپ
 ہو جاتی۔ پھر بھیجا جاتا انہی طرف تو اُسکی وہی فرمانبرداری کرتے، جسے خدا ہوتا کہ
 وہ فرمانبرداری اسکی کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تم چاہو تو آیت کا یہ
 پڑھ لو۔ وَمَا لَكُمْ لَعَلَّ بَلَّيْنِ حَتَّىٰ | اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک
 تَجْعَلْتُمْ رَسُولًا اَلَا يَهۥ کہ ہم رسول کو نہ بھیجیں۔

اس حدیث کی سند بشرطِ بخاری و مسلم، صحیح ہے، اور اسکی مثل پہلے سے کوئی
 رائے نہیں کہی گئی۔ لہذا یہ حکم میں مرفوع ہے۔

كصاحب "الحاصل والتحصيل" والبيضاوي في منهجه. وقال القاضي
 تاج الدين السبكي في "شرح مختصر ابن المحاسب" على مسألة شكوا المنع
 فيخرج مسألة من لم تبلغه الدعوة فعندنا يموت ناجياً ولا يقاتل حتى
 يدعى الى الاسلام، وهو مضمون بالكفارة والدية ولا يجب القصاص
 على قاتله على الصحيح. وقال البغوي في "التهذيب": اما من لم تبلغه
 الدعوة فلا يجوز قتله قبل ان يدعى الى الاسلام فان قتل قبل ان يدعى
 الى الاسلام وجب في قتله الدية والكفارة. وعندنا حنيفة رحمه
 الله لا يجب ضمان بقتله، واصلاً انه عندنا هم محجوج عليه بعقله
 وعندنا هو غير محجوج عليه قبل بلوغ الدعوة اليه بقوله تعالى:
 "وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا"، فثبت انه لا حجة عليه قبل
 الرسول. انتهى. وقال الزايعي في الشرح: من لم تبلغه الدعوة لا يجوز
 قتله قبل الاعلام والدعاء الى الاسلام، ولو قتل كان مضموناً خلافاً لابي
 حنيفة. وبني الخلاف على انه محجوج عليه بالعقل عندنا، وعندنا
 من تبلغه الدعوة لا تثبت عليه الحجة ولا يتوجه المؤاخاة، قال تعالى:
 "وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا". انتهى. وقال الغزالي في "البسيط"
 من لم تبلغه الدعوة يضمن بالدية والكفارة لا بالقصاص على الصحيح
 لانه ليس مسلماً على التحقيق وانما هو في معنى المسلم. وقال ابن الرقعة
 في "الكفاية": لانه مولود على الفطرة ولم يظهر منه عناد. وقال النووي
 في "البسيط" في الفروع للامام حجة الاسلام حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالي
 الشافعي المتوفى سنة خمس وخمسة مائة هـ وهو الامام المحافظ البوزكري يعي
 بن شرف الدين النووي الشافعي المتوفى سنة ست وسبعين ومائة هـ.

چھٹی حدیث :- حضرت بنو و حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت قائم ہوگی، تو زمانہ جاہلیت کے لوگ اپنی پشتوں پر متبوں کو اٹھائے ہوئے آئیں گے۔ رب ہمارے رب تعالیٰ ان سے پوچھے گا، تو وہ کہیں گے، اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف رسولوں کو بھیجا ہی نہیں، اور نہ تیرا کوئی حکم ہی آیا۔ اگر تو ہمارے پاس رسولوں کو بھیجتا، تو یقیناً تیرے بندوں (رسولوں) کی اطاعت کرتے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ان سے فرمائیں گے، کیا تمہارا گمان یہ ہے کہ اگر تمہیں کوئی حکم دیا جاتا، تو تم ہماری اطاعت کرتے؟ وہ کہیں گے ہاں! تب ان سے فرمایا گیا، چلو جہنم کی طرف! اور اس میں داخل ہو جاؤ۔ پھر وہ چلیں گے، یہاں تک کہ جب اُسکے قریب ہو گئے، تو جہنم کا غیظ و غضب پائیں گے اس وقت اپنے رب کی طرف لوٹ کر کہیں گے، اے ہمارے رب! ہمیں اس سے نجات دے۔ تب حق تعالیٰ ان سے فرمایا، کیا تم یہ گمان نہیں رکھتے تھے کہ اگر میں تمہیں کوئی حکم دوں، تو تم میری اطاعت کرو گے؟ پھر اللہ تعالیٰ اس سے ان سے عہد لیگا، اور دوبارہ حکم دیا کہ جہنم میں داخل ہو جاؤ۔ پھر وہ چلیں گے جب جہنم کو دیکھیں گے تو مچھٹ جائیں گے، اور واپس ہو کر کہیں گے، اے رب ہم میں تفرقہ کر لیا اور ہم طاقت نہیں رکھتے کہ داخل ہو کر جہنم کو بھر دیں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر وہ پہلی ہی مرتبہ داخل ہو جاتے، تو آگ ان پر ٹھنڈی سلامتی والی ہو جاتی۔ مستخرج حدیث حضرت حاکم فرماتے ہیں کہ بخاری و مسلم کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے۔

ساتویں حدیث :- طبرانی والی و البقیع، بروایت حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن مسوح العقل (دیوانہ) زمانہ فترت میں مرنے والے، اور خود سالی میں مرنے والے بچے لائے جائیں گے۔ پس دیوانہ (مسوح العقل) کہے گا، اے رب اگر تو مجھے عقل دیتا، تو جو عقلمند نیک بختی کے کام کرتے ہیں، یقیناً میں بھی وہی کرتا

في شرح مسلم في مسألة اطفال المشركين: المذهب الصحيح المختار الذي
صار اليه المحققون انهم في الجنة لقوله تعالى: "وما كنا معذبين حتى نبعث
وسولاة". قال: واذا كان لا يعذب الياخ لكونه لم تبلغه الدعوة فغيره
اولى. انتهى. فان قلت: هذا المسلك الذي قدرته هل هو عام في
اهل الجاهلية كلهم؟ قلت: لا، بل هو خاص بمن لم تبلغه دعوة نبي
اصلا، اما من بلغته منهم دعوة احد من الانبياء السابقين ثم اصر على
كفره فهو في النار قطعا، وهذا النزاع فيه. واما ايوان الشريفة فالظاهر
من حالها ما ذهبت اليه هذه الطائفة من عدم بلوغها دعوة احد
وذلك لمجموع امور: تأخر زمانها وبعد ما بينهما وبين الانبياء السابقين
فان اخر الانبياء قبل بعثه نبينا صلى الله عليه وآله وسلم عيسى عليه السلام
وكانت الفترة بينه وبين بعثه نبينا نحو ست مائة سنة، ثم انهما كانا في
زمن جاهلية وقد طبق الجهل الارض شرقا وغربا وفقد من يعرف
الشرائع ويبلغ الدعوة على وجهها الانفريسيروا احياء اهل الكتاب
مزقت في اقطار الارض كالشام وغيرها، ولم يعهد تغلب لها في الاسفار
سوى المدينة، ولا عمرا طويلا بحيث يقع لها فيه التنقيب والتفتيش
فان والد النبي صلى الله عليه وآله وسلم لم يعيش من العمر الا قليلا.
قال الامام الحافظ صلاح الدين العلائي في كتابه الدرة السنية
في مولد خير البرية: "كان سن عبد الله حين حملت منه امه بمرسول
الله صلى الله عليه وآله وسلم نحو ثمانية عشر عاما، ثم ذهب الى المدينة
ليمتارضيها ثم اراه له فمات بها عند اخواله من بني النجار والنبي صلى
الله عليه وآله وسلم الحافظ صلاح الدين خليل بن كيكلي العلائي -

اور اہل فترت، اور غور و سال تجھے بھی اسی قسم کی بات کہیں گے۔ اس پر رب العزت فرمایگا، اگر (اب بھی) میں تمکو کوئی حکم دوں، تو میری اطاعت کر دے؟ وہ سب کہیں گے ہاں، پھر حکم دیگا، جاؤ آگ میں داخل ہو جاؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر وہ داخل ہو جاتے، تو آگ انھیں کچھ نقصان نہ پہنچاتی، اور ان پر آگ کے فرائض (یعنی جلانے کے افعال) کو دور کر دیا جاتا، مگر انھوں نے یہی گمان کیا کہ وہ ویسا ہی ہلاک کر دیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو پیدا فرمایا۔ چنانچہ وہ فوراً (بغیر آگ میں داخل ہونے) واپس آجائیں گے، پھر دوبارہ اللہ تعالیٰ انھیں حکم دیگا، پھر وہ یونہی لوٹ آئیں گے۔ اسکے بعد اللہ تعالیٰ فرمایگا کہ میں تمہیں پیدا کرنے سے پہلے ہی جانتا تھا کہ تم میرے حکم پر عمل کر نیوالے نہیں ہو، اور میرے علم میں تھا کہ تم یونہی لوٹ آؤ گے (فرشتوں کو حکم دیگا کہ) انھیں آگ میں جھونک دو۔ پس فرشتے انکو پکڑ لیئے۔ لکھا ہر اسی (یعنی علی بن محمد طبری شافعی المتوفی سن ۳۳۵ھ) اپنی کتاب "تعلیق" میں، نعمت دینے والے کے شکر کے مسئلہ اصول میں فرماتے ہیں کہ:-

"واضح رہنا چاہیے کہ تمام اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ احکام کے لیے شریعت میں نقل کے سوا عقل کی گنجائش نہیں ہے، اور نہ عقلی قضیوں کی ضرورت ہے۔ لیکن اہل حق کے سوا دیگر طبقے مثلاً روافض، کرامیہ اور معتزلہ وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ احکام کی دو قسمیں ہیں۔ کچھ تو وہ احکام ہیں جنکے لیے شریعت میں نقل کی ضرورت ہے، اور کچھ وہ احکام ہیں جنکے لیے عقلی قضیوں کی حاجت ہے۔ لیکن ہم بموجب میں کہتے ہیں کہ رسول کے آنے سے پہلے کوئی چیز واجب نہیں ہوتی۔ پھر جب رسول تشریف لے آئے اور معجزہ قائم فرمادے، تب عاقل کے لیے غور کا امکان ہے اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ سب سے پہلے واجبات کا علم، سمع یعنی سننے سے حاصل ہوتا ہے پھر جب رسول آجائے تو اس پر غور کرنا واجب ہے۔ اس اصول پر اگر کوئی یا وہ گو سوال کرے، اور یہ کہے کہ ایسا کوئی واجب نہیں کہ وہ طاعت تو ہو، مگر قربت نہ ہو۔

الله عليه وآله وسلم حمل على الصحيح - انتهى - وأمه قريبة من ذلك لا سيما وهي امرأة مصونة محجبة في البيت عن الاجتماع بالرجال، والغالب على النساء انهن لا يعرفن ما الرجال فيه من امور الدنيا والشرائع خصوصاً في زمان الجاهلية الذي رجاله لا يعرفون ذلك فضلاً عن نسائه ولهذا المابعث النبي صلى الله عليه وآله وسلم تعجب من بعثته اهل مكة وقالوا: ابعث الله بشار رسولاً وقالوا: ولو شاء الله لا نزل مثلثة فاسمعنا بهذا في اياتنا الاولين. فلو كان عندهم علم من بعثة الرسل ما انكروا ذلك وربما كانوا يظنون ان ابراهيم بعث بما هم عليه قائم لم يحيدوا من سبلهم شريعة ابراهيم على وجهها كدثورها وفقد من يعرفها اذ كان بينهم وبين زمن ابراهيم عليه السلام ازيد من ثلاثة الاف سنة ^{تفخ} فاف ^{له} بذلك صحة دخولها في هذا المسلك. ثم رأيت الشيخ عز الدين ابن عبد السلام قال في اماليه ما نصه: كل نبي انما ارسل الى قومه الانبياء صلى الله عليه وآله وسلم قال: فعلى هذا يكون ما عدا قوم كل نبي من اهل الفترة الا ذرية النبي السابق فانهم مخاطبون ببعثة السابق الا ان تدرس شريعة السابق فتصير الكل من اهل الفترة - هذا كلامه - فبان بذلك ان الوالدين الشريفين من اهل الفترة بلا شك لانهما ليسا من ذرية عيسى ولا من قومه - ثم ترشح صاعداً قال حافظ العصر ابو الفضل احمد بن حنبل: ان الظن بهما ان يطبقا عند الامتحان امران: احدهما ما اخرجته الحاكم في "المستدرک" وصححه عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه - قال قال شاب من الانصار - لم ارجع الا ان كان اكثر سؤالا لرسول الله ^{له} هو عبد العزيز بن عبد السلام الشافعي، املت في سنة ستين وست مائة - كما في كشف الظنون في ذكر "امام في ادلة الاحكام" ولم يذكر له الامالى فلعن ما في المتن تفخيفاً والله اعلم -

تو اس کا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ وہ پہلی بار خود کرتا کہ یہ سب سے پہلا واجب ہے مطاعت ہے مگر اس میں قربت نہیں ہے، کیونکہ وہ معرفت کے لیے غور کرتا ہے، لہذا وہ مطیع ہے، اور قربت اس لیے نہیں ہے کہ وہی مقرب بنتا ہے جسے اُسکی معرفت ہو جائے۔
(گویا کہ معرفت کے بعد قربت کا درجہ ہے)۔

مصنف رحمۃ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے شیخ دامام نے اس مقام میں کیا خوب کہا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول کے آنے سے پہلے دلوں کے خیالات مختلف و متعارض ہوتے ہیں، اور راستہ وہی کہلاتا ہے جیکہ سوچنے والے کو دل دکھائے مگر جبکہ یہ امکان و قدرت ہو کہ دل پہلے خیال کے برعکس، دوسرا خیال لاسکے، تو دل کے خیالات میں تعارض پیدا ہو جاتا ہے، اور عقل حیرت و دھشت میں پڑ کر رہ جاتی ہے تب اس پر توقف واجب ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ پردہ اٹھ جائے، اور راستہ واضح ہو جائے، اور یہ بات رسول کے آنے پر ہی موقوف ہے۔ اس جگہ استاذ ابوالہماق فرمائی کہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ بیشک قول ”لَا اَدْرِي“ (میں نہیں جانتا) نصوت علم ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میرا علم ایک حد پر جا کر ٹھہر گیا، اور عقل کی جولانیاں وہاں جا کر ختم ہو گئیں۔ اور یہ بات وہی کہنا ہے، جو علم سے واقف ہو، اور عقل کی جولانیوں کو جانتا ہو کہ اس سے آگے علم کی رسائی نہیں ہے، اور اسکے پاس ٹھہر جائے۔ اتنی امام فخر الدین رازی ”المحصل“ میں فرماتے ہیں کہ منعم کا شک کا اردو عقل واجب نہیں، بخلاف معتزلہ کے۔ ہمارا دلیل یہ ہے کہ اگر لُغَت سے پہلے واجب کا تحقق و ثبوت ہوتا، تو یقیناً ترک واجب پر عذاب ہوتا، حالانکہ بعثت سے پہلے مرنے والوں پر عذاب ہے (اور کوئی واجب۔ لیکن ہمیشہ رہتا تو یہ ظاہر ہے۔ اور عذاب کا نہ ہونا، تو یہ فرمان الہی ہے کہ :-

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ
رَسُولًا اِلَيْهِ

ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک کہ
ہم رسول نہ بھیجیں۔

صلى الله عليه وآله وسلم منه :- يا رسول الله ! ارايت ابواك في النار؟ فقال :
 ما سألت ربي فيعطيني فيهما وانى لقاء يومئذ المقام المحمود . فهذا الحديث يشعر
 بأنه مرّج لهما الخبير عند قيامه المقام المحمود ، وذلك بان يشفع لهما فيوقا
 للطاعة اذا امتعنا حينئذ كما تمتنع اهل الفترة ؛ ولا شك في اذنه يقال عند
 قيامه ذلك المقام : سل تعط واشفع تشفع ! كما في الراحديث المسيحية
 فاذا سأل ذلك اعطيه . الاموالثاني : ما اخرج ابن جرير في تفسيره عن ابن
 عباس رضي الله عنهما في قوله تعالى : "ولسوف يعطيك ربك فترضى" قال :
 من رضي محمد صلى الله عليه وآله وسلم ان لا يدخل احد من اهل بيته
 النار ولهذا اعمم الحفاظ ابن حجر في قوله : الظن باهل بيته كلهم ان يطيعوا
 عند الامتحان . وحديث ثالث : اخرج ابو سعيد في "شرف النبوة" والملا في
 سيرته عن عمران بن حصين رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه
 وآله وسلم : سألت ربي ان لا يدخل النار احد من اهل بيتي ، فاعطاني ذلك
 اوردته الحفاظ لعبد الدين الطبري في كتابه " ذخائر العقبى " . وحديث رابع
 اصرح من هذين : اخرج تمام الرازي في تونده بسند ضعيف عن ابن عمر
 رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم : اذا كان يوم
 القيامة شققت لابي وامي وعمي ابي طالب واخي لي كان في الجاهلية . اوردته
 الطبري وهو من الحفاظ وانفقها في كتابه " ذخائر العقبى " في مناقب ذوي القربى
 وقال : ان ثبت فهو ما اول في ابي طالب على ما ورد في الصحيح من تخفيف
 له قل في كشف الظنون : شرف النبوة من كتب الاحاديث لابي سعيد عبد الملك ابن ابي
 عثمان هذا لواعظ الخركوشي المار ذكره كذا في تضامل العشرة - انتهى له ذخائر العقبى
 في مناقب ذوي القربى لعبد المحيدين احمد بن عبد الله الطبري المتوفى سنة اربع و
 تسعين وستمائة -

باقی ہا بعثت کے بعد عذاب دینا، تو یہ صحیح ہے، ورنہ فرمان الہی میں سخت واقع ہوگی اور یہ محال ہے۔ انتہی

یہی بات بعد والے متاخرین علماء بھی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً مولیٰ مصلیٰ اللہ علیہ وسلم کے مصنف، اور صاحب بیضاوی اپنے ”منہاج“ میں، اور قاضی تاج الدین سبکی ”شرح مختصر ابن الحاجب“ میں ”شکر شمع“ کے مسئلہ کے تحت بیان کرتے ہیں۔ غرض کہ حامل مسئلہ یہ تھا کہ جسے ”دعوت حق“ نہیں پہنچی وہ ہمارے نزدیک اُس کی موت نجات پانے والی ہے۔ اور کفار سے جنگ نہیں کی جائیگی جب تک کہ پہلے دعوت اسلام نہ دیدیں۔ اسی کے ضمن میں کفار اور دیت بھی ہے۔ اور مذہب اصح یہی ہے کہ کافر (جہلی) کے قاتل پر قصاص واجب نہیں ہے۔ اور امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ ”التہذیب“ میں فرماتے ہیں کہ ”لیکن جسے دعوت اسلام نہ پہنچی اُس کا قتل جائز نہیں ہے۔ جب تک کہ اُسے دعوت اسلام نہ دیکھائے۔ لیکن اگر اُسے دعوت اسلام سے پہلے قتل کر دیا، تو ایسے قتل میں دیت و کفارہ واجب ہے۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے قتل سے ضمان واجب نہیں ہوتا۔ اور مذکورہ طبقات و فرقوں کی بنیاد یہ ہے کہ اُنکے نزدیک ان افراد پر عقل کے ذریعہ حجت قائم کی گئی ہے، اور ہمارے نزدیک دعوت حق سے پہلے اُن پر کوئی حجت قائم نہیں ہے، کیونکہ حق قلعے فرماتا ہے:-

وَمَا آتَاكُمْ صَدِّيقِي حَتَّىٰ تَبْعُوهُ
رَسُولًا الْاٰیۃ

لہذا ثابت ہو گیا کہ نبی و رسول کی تشریف آوری سے قبل اُن پر کوئی حجت قائم نہیں ہے، انتہی حضرت رافعی رحمۃ اللہ علیہ ”شرح“ میں فرماتے ہیں کہ جسے دعوت اسلام نہ پہنچے اس کا قتل غیر وار کرنے اور اسلام کی دعوت دینے سے پہلے جائز نہیں۔ اور اگر قتل کر دیا تو ضمان لازم ہوگا۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے اختلاف فرمایا ہے

العذاب عنه بشفاعته انتهى وأما احتاج إلى تأويله في أبي طالب دون الثلاثة
أبيه وأمه وأخيه يعني من الرضاعة لأن أبا طالب أدرك البعثة ولم يسلم
الثلاثة ما نوا في الفترة. وقد ورد هذا الحديث من طريق آخر أضعف من
هذا الطريق من حديث ابن عباس رضي الله عنهما أخرجه أبو نعيم وغيره
وقبه التصريح بأن الأخ من الرضاعة؛ فالطرق عدة يشد بعضها بعضاً
فإن الحديث الضعيف يتقوى بكثرة طرقه واشتمالها لحديث ابن مسعود
رضي الله عنه فإن الحاكم صححه. وما ينضم إلى ذلك وإن لم يكن
صريحاً في المقصود ما أخرجه الديلمي عن ابن عمر رضي الله عنهما قال قال
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: أول من أشفع له يوم القيامة أهل
بيتي ثم الأقرب فالأقرب. وما أوردته المحب الطبري في "ذخائر العقبى" دعاء
أحمد في المناقب عن علي رضي الله عنه قال قال رسول الله عليه وآله
وسلم: يامعشر نبي هاشم! والذي ببشني بالحق نبياً! الواخذات بحلقة الجنة
مأبد أمت الألبكم. وما أوردته أيضاً وعزاه لابن جرير عن جابر بن عبد الله
رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال: ما بال أقوام
يزعمون أن رحى لا يرفع بل حتى يبلغ الحكم وهم أحد قبيلتين من اليمن أني
لا أشفع فأشفع حتى أن من أشفع له ليشفع فيشفع حتى أن إبليس ليقطع
طمعاً في الشفاعة.



لطيفة

له الحكم بحركة: الرجل المسن ومخلات باليمن خاموس وفي النهاية: (رويه) شفا
لاهل لكما تروى امتي حتى حكم وجاءها قبيلتان جافيتان من وراء دمل يبرين.

اور ان کے اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اُس پر عقلی حجت لازم ہے، مگر ہمارے یعنی شوافع کے نزدیک جسے دعوت نہ پہنچے اُس پر نہ حجت ثابت ہے، اور نہ اُس پر گرفت ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا (الانبیاء) حضرت امام غزالی "البسيط" میں فرماتے ہیں کہ جسے دعوت اسلام نہ پہنچی صحیح مسئلہ یہ ہے کہ دیت و کفارہ لازم ہے قصاص نہیں، ماسلیع کہ حقیقت میں وہ مسلمان نہیں ہے۔ البتہ وہ معنی مسلم ہے۔ اور ابن الرقبة "الکفایہ" میں کہتے ہیں کہ وجہ یہ ہے کہ وہ فترت پر پیدا ہوا، اور اُس سے دشمنی ظاہر نہ ہوئی۔ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں مشرکوں کے بچوں کے مسئلہ نے فوت فرماتے ہیں کہ صحیح مذہب مختار وہی ہے جس پر محققین ہیں کہ یہ افراتو جنتی ہیں کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ الْآلِیَہ۔ فرماتے ہیں کہ جبکہ دعوت اسلام کے نہ پہنچنے پر بالغ پر عذاب نہیں ہوتا، تو اس کے غیر پر پیدہ بولائی نہ ہوگا۔ انتہی اب اگر ہم اس بیان کردہ مسئلہ پر یہ کہو کہ کیا یہ جاہلیت کے تمام لوگوں پر عام ہے تو جواب میں کہوں گا کہ نہیں، بلکہ یہ صرف اُسی شخص کے ساتھ خاص ہے، جسے نبی کی دعوت سر سے پہنچی ہی نہ ہو۔ لیکن جسے انبیاء و سابقین علیہم السلام میں سے کسی نبی کی دعوت پہنچ گئی، پھر وہ اپنے کفر پر اصرار کرے، تو وہ قطعی جہنمی ہے اور اس میں کسی کا نزاع نہیں ہے۔

لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین کریمین کا حال ظاہر ہے اور اہل سنت و جماعت کے ہر عالم کا مذہب یہی ہے کہ انبیاء و سابقین علیہم السلام میں سے کسی نبی کی بھی انھیں دعوت نہیں پہنچی۔ اہل ان دونوں کا زمانہ سب سے قبل ہے کیونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل آخر الانبیاء و سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہیں، اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان فترت کا زمانہ چھ سو برس کے قریب ہے۔ پھر یہ کہ یہ دونوں ایسے زمانہ جاہلیت میں تھے کہ توکے

نقل الزركشي في المخاض^{لهم}؛ عن ابن دحية انه جعل من انواع الشفاعة
التحقيق عن ابي لهب في كل يوم اثنين لسرورة بولادة النبي صلى الله عليه
واله وسلم واعتاقه ثوبية حين يشربه، قال: وانما هي كرامة له صلى الله عليه وسلم.

تنبيه

ثم رايت الامام ابا عبد الله محمد بن خلف الرازي يسط الكلام على هذه
المسألة في شرح فضله "عند حديث" ان ابي واياك في النار "واورد قول
النووي فيه: ان من مات كافرا في النار ولا تنفعه قراية الاقربين، ثم قال
قلت: انظر هذا الاطلاق وقد قال السهيلي: ليس لنا ان نقول ذلك
فقد قال صلى الله عليه واله وسلم: لا تؤذوا الاحياء بسب الاموات، وقال
الله تعالى: "ان الذين يؤذون الله ورسوله" ولعله يصح ما جاء انه صلى الله
عليه واله وسلم سأل الله سبحانه فاحياه ابويه فامتا، ورسول الله صلى الله
عليه واله وسلم فوق هذا ولا يعجز الله سبحانه شئ. ثم اورد قول النووي
وفيه: ان من مات في الفترة على ما كانت عليه العرب من عبادة الاثان
في النار، وليس هذا من التعذيب قبل بلوغ الدعوة لانه بلغتهم دعوة
ابراهيم وغيرهم من الرسل؛ ثم قال قلت: تأمل ما في كلامه من التناهي فان
بلغتهم الدعوة ليسوا باهل الفترة، فان اهل الفترة هم الاسم الكائنة بين
الحقادم الرافضي والروضة في الفروع في اربعة عشر مجلد البدالدين محمد بن بهاد
الزركشي الشافعي المتوفى سنة تسع واربعين و سبع مائة، كما ذكر صاحب كشف الظنون
شبه كذا في المنقول عنه والمعنى مغيوط، والمظاهر ان يكون هكذا: فانه ان
بلغتهم الدعوة فليسوا باهل الفترة.

زمین کی ہر جانب جہالت پھیل چکی تھی، اور فریعتوں کی معرفت مفقود ہو چکی تھی، اور صرف چند اہل کتاب کے علماء و احبار دعوت حق کی تبلیغ کرتے تھے، جو زمین کے مختلف اطراف میں مثلاً شام وغیرہ میں پھیلے ہوئے تھے۔ اور ان دونوں کا سفر مکہ سے مدینہ کے سوا کہیں نہیں گزرتھا، اور نہ انہوں نے عمر طویل پائی کہ جس میں جستجو اور تلاش ملاقع ہوتی۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ نے تو بہت ہی قحطی عمر گزاری۔

حضرت امام حافظ صلاح الدین علائی رحمہ اللہ اپنی کتاب الدرۃ السقیۃ فی مولد خیر البریۃ میں فرماتے ہیں کہ جسوقت حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم شکم والدہ ماجدہ سیدتنا آمنہ رضی اللہ عنہا میں رونق افروز ہوئے، اسوقت آپ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی عمر اٹھارہ سال کے قریب تھی۔ پھر مدینہ منورہ اپنی بیوی کے لیے بھجویں لینے کیلئے گئے تو قبیلہ بنی نجار میں اپنے ماموں کے گھر انتقال ہو گیا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قول صحیح کی بنا پر محل میں ہی تھے، انتہی۔ اور آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی عمر بھی اتنی ہی تھی۔ وہ مردوں کے اجتماع سے کنارہ کش، پرودہ نشین اور گھر میں رہنے والی عورت تھیں۔ اور اکثر عورتیں نہیں جانتی ہیں کہ مردوں کا دین و شریعت کیلئے۔ خصوصاً ایسے زمانہ جاہلیت میں جبکہ مرد عورتوں کی قدر و منزلت اور وقعت کچھ جانتی نہ تھے۔ اسی بنا پر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے، اور اعلان نبوت فرمایا، تو اہل مکہ آپ کی بعثت پر معجب ہو کر کہنے لگے اَلْعَتَّ اللّٰہُ بِشَہْرٍ اَوْ سَوَّلًا یعنی کیا اللہ نے بشر کو رسول کر کے مبعوث کیا۔ اور کہتے وَلَوْ شَاءَ اللّٰہُ لَا نَزَلَ مَلَائِکَۃٌ مَّا سَمِعْنَا مِنْکَ فَاِنَّا اَبَآءُ نَا الْاَوَّلَیْنَ۔ یعنی اگر اللہ چاہتا تو فرشتے اتارتا، ہم نے ایسا تو اپنے گزشتہ باپوں سے سنا تک نہیں۔ لہذا اگر انہیں رسولوں کی بعثت کا علم ہوتا، تو ایسا انکار نہ کرتے، حالانکہ بہت سے اہل عرب یہ بیان رکھتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

أربعة الرسل الذين لم يرسل إليهم عيسى ولا لحقوا النبي صلى الله عليه وآله وسلم، و
الذين لم يرسل إليهم عيسى ولا لحقوا النبي صلى الله عليه وآله وسلم، و
الفترة بهذا التفسير تشمل ما بين كل رسولين ولكن الفقهاء إذا تكلموا
في الفترة فإما يصون التي بين عيسى والنبي صلى الله عليه وآله وسلم
ولما دلت القواطع على أنه لا تغني حتى تقوم الحجة، علمنا أنهم
غير معدلين، فإن قلت: صحت أحاديث بتعذيب أهل لفترة قصيرة
المؤمنين وغيره، قلت: إجاب عن ذلك عقيل بن أبي طالب بثلاثة أجوبة
الأول: أنها أخبار آحاد فلا تعارض القاطع، الثاني: قصر التعذيب على
هؤلاء، والله أعلم بالسبب، الثالث: قصر التعذيب في هذه الأحاديث
على من يدل وغير الشرائع وشرع من الضلال ما لا يعن ربه، فإن أهل لفترة
ثلاثة أقسام: القسم الأول: من أدرك التوحيد ببصيرته، ثم من هؤلاء
من لم يدخل في شريعة كقصة بن ساعدة وزيد بن عمرو بن قنبل ومنهم
من دخل في شريعة قائمة حقة للرسل كتبع وقومه، القسم الثاني: من
بدل وغير واشرك ولم يوجد، وشرع لنفسه فحلل وحرم، وهم الأكثر
كعمرو بن لحي أول من سن للعرب عبادة الأوثان وشرع الأحكام في بحر
البصرة وسبب السائبية ووصل الوصيلة وحى الحامي، وزادت طائفة
من العرب على ما شرعه أن عبدوا الأصنام والملائكة وخرقوا البنين البنات
واخذوا بيوتاً جعلوا لها سداً وجعلوا أيضاً هون الكعبة كاللات والعزى
ومناة والقسم الثالث: من لم يشرك ولم يوجد ولا دخل في شريعة نبي
ولا ابتكر لنفسه شريعة ولا اخترع ديناً بل بقي عموداً على حال غفلة عن
فساد سدائد سداً: خدم الكعبة أدببت لصنم، عمل الحجابة فوساد،
كذا في القاموس.

اسی میں پرہیزگاری تھی جس پر وہ خود ہیں، کیونکہ انہوں نے حقیقی اور محفوظ طریقہ پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کو پایا ہی دیا تھا، اور انہی شریعت کی معرفت معبود تھی۔ اپنے کائنات اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان تین ہزار سال سے زائد کا واسطہ تھا۔ لہذا اس مسلک و مذہب کے صحت کی خوب وضاحت ہو گئی۔

پھر میں نے اس تقریر کو دیکھا جسے شیخ عزالدین ابن عبدالسلام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے "امالیہ" میں بیان کیا کہ "ہر نبی اپنی ہی قوم کی طرف بھیجا گیا، بجز ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ فرماتے ہیں کہ اس تقدیر پر ہر نبی کے قوم کے مایوسوار لوگ اہل فترت ہونگے مگر گزشتہ نبی کی اولاد، کیونکہ وہ گزشتہ بعثت کے مخاطب ہیں، مگر جبکہ وہ گزشتہ شریعت پر پڑھے پڑھلے کو چھوڑ دیں، تو وہ سب اہل فترت ہو جائینگے۔ ان کا یہ کلام ظاہر کرتا ہے کہ بلا شک و شبہ حضور کے والدین شریفین اہل فترت میں سے تھے، کیونکہ وہ دونوں نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذریت سے ہیں، اور نہ انہی قوم سے۔

پھر یہ کہ جو حافظ العصر ابو الفضل احمد بن حجر رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے اُس سے ترشح ہوتا ہے کہ گمان یہ ہے کہ دو وجہوں سے وہ دونوں بوقت امتحان مطیع و فرمانبردار حکم الہی ہوں گے۔

وجہ اول :- پہلی وجہ یہ ہے جسے حاکم نے "المستدرک" میں روایت کیا، اور اسکی صحت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملتی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری جوان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا میں نے اس جوان سے زیادہ کسی کو حضور سے سوالات کرتے ہوئے نہیں دیکھا، اس جوان نے پوچھا یا رسول اللہ کیا آپ نے اپنے والدین کو آگ میں دیکھا ہے؟ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے رب سے جو مانگوں گا وہ مجھے والدین کے بارے میں ضرور عطا فرمائے گا۔ اور یقیناً میں اس دن مقام محمود میں کھڑا ہوں گا۔ یہ حدیث نشانہ سی کر رہی ہے کہ مقام محمود کے قیام کے وقت، حضور کے والدین کو ضرور بھلائی حاصل ہوگی،

هذا كله، وفي الجاهلية من كان كذلك؛ فإذا انقسم أهل الفترة إلى ثلاثة أقسام فيحل من صح تعذيبه على أهل القسم الثاني لكفرهم بما لا يعزرون، وأما القسم الثالث فهم أهل الفترة حقيقة وهم غير معذبين للقطع كما تقدم، وأما القسم الأول فقد قال صلى الله عليه وآله وسلم في كل من قس وزيد: إنه يبعث أمة واحدة، وأما تبع ونحوه فحكمهم حكم أهل الدين الذين دخلوا فيه ما لم يلحق أحد منهم الإسلام النافع لكل دين. انتهى ما أورده الآبي.

المسلك الثاني

أنهما لم يثبت عنهما شرك بل كانا على الحنيفية دينيودهما إبراهيم على نبينا وعليه الصلاة والسلام كما كان على ذلك طائفة من العوب كزيد بن عمرو بن نفيل وورقة بن نوفل وغيرهما، وهذا المسلك ذهب إليه طائفة، منهم: الإمام فخر الدين الرازي فقال في كتابه "أسرار التنزيل" ما نصه: قيل إن أروم يكن والد إبراهيم بل كان عمه واحتجوا عليه بوجوه، منها: أن آباء الأنبياء ما كانوا أكفارا، ويدل عليه وجوه، منها: قوله تعالى: "الذي يرثك حين تقوم" وتقلب في السموات قيل: معناه أنه كان ينقل نوره من ساجد إلى ساجد. وبهذا التقدير الآية دالة على أن جميع آباء محمد صلى الله عليه وآله وسلم كانوا مسلمين. وحينئذ يجب القطع بأن والد إبراهيم ما كان من الكافرين إنما ذكره. أقصى ما في الباب: أن يحمل قوله تعالى: "وتقلب في السموات" على وجوه آخر، وإذا أوردت الروايات بالكل والإمنافة بينهما وجب حمل

اس کی صورت یہ ہوگی کہ جوقت اہل فترت کا امتحان لیا جائیگا، تو ان کا بھی امتحان ہوگا۔
جوقت حضور انکی شفاعت کریں گے، اور خدا انکو اطاعت کی فوٹیفی عنایت فرمائیگا۔ اس میں
کوئی شک و تردید کی گنجائش نہیں کہ مقام محمود پر حضور کے قیام کے وقت کہا جائے گا
سَلِّ لِّعِبَادِنَا اشْفَعْ لِّشَفْعِ (ہائیکے دیا جائیگا۔ شفاعت کیجئے قبول فرمائی جائے گی)
جیسا کہ صحیح احادیث میں مروی ہے۔ لہذا جب حضور اس کا سوال کریں گے، تو حق تعالیٰ
انہیں عطا فرمائے گا۔

دوسری وجہ :- دوسری وجہ یہ ہے جسے ابن جریر نے اپنی تفسیر میں سید ابن
عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
وَسَيُحْيِيكَ يٰعِطِيكَ رَبِّكَ اور لَقِيْنَا عَقْرِبَآءَ كَرَّابَآءَ آپ کو اتنا
تترسے۔ (پ۔ سورہ الضحیٰ) دے گا کہ آپ راہنی ہو جائیں گے
فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اس میں ہے کہ آپ کے اہل بیت کا
کوئی فرد جہنم میں نہ داخل ہو۔ اسی بنا پر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تقسیم فرمائی ہے
کہ اس قول سے یہ گمان مستفاد ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام گھر والے
(اہل بیت) بوقت امتحان اطاعت الہی بجا لائیں گے۔

تیسری حدیث :- حضرت ابو سعید نے "شرف النبوة" میں اور ایک جماعت نے
حضور کی سیرت مبارکہ میں حضرت عمر ابن بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے
کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں اپنے رب سے
سوال کروں گا کہ میرے اہل بیت کا کوئی فرد جہنم میں نہ جائے، پس اللہ تعالیٰ میرے
سوال کو قبول فرمائیگا۔ اس حدیث کو حافظ محب الدین طبری اپنی کتاب "ذخائر
العقبی" میں لائے ہیں۔

چوتھی حدیث :- جو ان دونوں سے زیادہ صریح ہے یہ ہے جسے تمام اذہنی
نے اپنی کتاب "نوائد" میں بسند ضعیف سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا

الآية على الكل؛ ومنى صح ذلك ثبت ان والدا ابراهيم ما كان عبدا الاوثان.
 ثم قال: وما يدل على ان اباؤ محمد صلى الله عليه وآله وسلم ما كانوا مشركين
 قوله عليه السلام: لم ازل انقل من صلاب لظاهرين الى ارحام الطاهرات.
 وقال تعالى: انما المشركون نجس؛ فوجب ان لا يكون احد من اجدادهم مشركا.
 هذا الكلام الامام فخر الدين الرازي يحرفه، وتأهيك به امامة وجلالة.
 فانه امام اهل السنة في زمانه، والقائم بالرد على الفرق المبتدعة في وقته، و
 الناصر لمذهب الاشاعرة في عصره؛ وهو العالم الميعود على رأس المائة
 السادسة ليحدد لهذه الامة امور دينها. وعندى في نصرة هذا المسلك
 وما ذهب اليه الامام فخر الدين امور، احدها: دليل استبطه مركب من
 مقدمتين؛ الاولى: ان الاحاديث الصحيحة دلت على ان كل اصل من
 اصول النبي صلى الله عليه وآله وسلم من ادم الى ابيه عبد الله فهو خير
 اهل قرنه وفضلهم، والا حاد في قرنه ذلك خير منه ولا افضل؛ الثانية:
 ان الاحاديث والآثار دلت على انه لم تغل الارض من عهد نوح او ادم الى
 بعثة النبي صلى الله عليه وآله وسلم الى ان تقوم الساعة من ناس على الفطرة
 يعبدون الله ويوحده، ويصلون له، وهم تحفظ الارض، ولولا هم
 لهلكت الارض ومن عليها. واذ قرنت بين هاتين المقدمتين انتج منها
 قطعاً بان اباؤ النبي صلى الله عليه وآله وسلم لم يكن فيهم مشرك، لانه
 قد ثبت في كل منهم انه خير قرنه؛ فان كان الناس الذين على الفطرة هم
 اباؤهم فهو المسمى، وان كان غيرهم وهم على الشرك لزم احد الامرين: اما ان
 يكون المشرك خيراً من المسلم وهو باطل بالاجماع، واما ان يكون غيرهم خيراً
 منهم وهو باطل لما لفته الاحاديث الصحيحة؛ فوجب قطعاً ان لا يكون فيهم

کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب قیامت ہوگی
 میں اپنے والد والدہ اور چچا ابو طالب اور اپنے اُس بھائی کیلئے جو زمانہ جاہلیت میں
 گزر گیا، حق تعالیٰ سے شفاعت کروں گا۔ اس حدیث کو الحب طبری جو کہ حفاظ حدیث
 اور فقہا و ملت میں سے ہیں، اپنی کتاب ”ذخائر العقبیٰ“ میں لائے ہیں۔ اور فرماتے ہیں
 کہ اگر یہ ثابت ہے، تو حضرت ابو طالب کے بارے میں ماقول ہوگی، جیسا کہ صحیح حدیث میں
 وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے اُن کا عذاب کم ہو جائیگا۔ انتہی
 بلاتشبہ حضرت ابو طالب کے بارے میں یہ حدیث محتاج تاویل ہوگی، نہ کہ لقیہ
 تینوں شخصوں کے، یعنی آپ کے والد والدہ اور وہ رضاعی بھائی کے لیے، کیونکہ
 یہ تینوں زمانہ فترت میں انتقال کر چکے ہیں۔ اور حضرت ابو طالب نے زمانہ بعثت پایا
 گلا سلام نہ لائے۔

یہ درست ہے کہ یہ حدیث دوسری سند سے، اس سند کے سوا حدیث
 بن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ ضعیف ہے، جسے ابوالغیم وغیرہ نے قریح کی ہے
 اور اُس میں بقریح ہے کہ بھائی سے مراد رضاعی بھائی ہے۔ لہذا متعدد طرق سے
 احادیث کی روایت ایک دوسرے کو قوی و مضبوط بناتی ہے۔ کیونکہ ضعیف حدیث
 ثلث طرق کے ساتھ قوی ہو جاتی ہے، اور یہ کہ اس کی مثل حضرت ابن مسعود
 رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، جس کی حاکم نے تصحیح کی ہے۔

لہذا سہی ضمن کی یہ حدیث بھی ہے، اگرچہ اس میں مقصود کی صراحت نہیں ہے،
 جسے دیکھی نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے
 جس کی شفاعت کروں گا وہ میرے اہل بیت ہیں، ثم الاقرب فالاقرب۔

اور وہ جو محب الدین طبری نے ”ذخائر العقبیٰ“ میں روایت کیا ہے، اور اُسے
 احمد نے مناقب میں عزیز رکھا ہے، حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے

مشارك ليكونوا خيرا اهل الارض في كل قومه .

ذكر أدلة المقدمة الاولى

اخرج البخاري في صحيحه عن ابي هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم : بعثت من خير قرون بني ادم قوما فقرنا حتى بعثت من القرن الذي كنت فيه . واخرج البيهقي في "دلائل النبوة" عن انس رضى الله عنه ان النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال : ما افترق الناس فرقتين الا جعلني الله في خيرهما فاخرجت من بين ابوي فلم يصيبني شيء من عهد الجاهلية وخرجت من نكاح ولم اخرج من سفاح من لدن ادم حتى انتهيت الى ابي واعى : فانا خيركم نفسا وخيركم ابا . واخرج ابو نعيم في "دلائل النبوة" عن طريق عن ابن عباس رضى الله عنهما قال قال النبي صلى الله عليه وآله وسلم : لم يزل الله ينقلبي من الاصلاب الطيبة الى الارحام الطاهرة مصفى مهذب بالان تشعب شعبتان الا كنت في خيرهما . واخرج مسلم والترمذي وصححه عن واثلة بن الاسقع رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم : ان الله اصطفى من ولد ابراهيم اسمعيل واصطف من ولد اسمعيل نبي كنانة واصطفى من نبي كنانة قريشا واصطفى من قريش بني هاشم واصطفاني من بني هاشم . وقد اخرج الخطيب ابو القاسم حمزة بن يوسف السهمي في فضائل العباس من حديث واثلة بلفظ : ان الله اصطفى من ولد اسمعيل تزارا ثم اصطفى من ولد تزارا مضر ثم اصطفى من مضر كنانة ثم اصطفى من كنانة قريشا ثم اصطفى من قريش بني هاشم ثم اصطفى من بني هاشم بني عبدالمطلب ثم اصطفاني

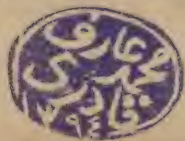
مکہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے بنی ہاشم کے لوگو! قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر مبعوث فرمایا اگر میں کسی جنتی گروہ کو بھجوں گا، تو سب سے پہلے تم ہی کو بھجوں گا۔

اور یہ بھی ائمہوں نے روایت کیا، اور اسے ابن جریر نے عزیز کہا ہے جو حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہے، جو یہ گمان رکھتے ہیں کہ میری قربت نفع نہیں دے گی، بلکہ یہاں تک ہے کہ حکم پہنچ جائے۔ اور وہ یمن کے دو قبیلوں میں سے ایک ہے۔ بیشک میں شفاعت کروں گا، لہذا مجھ سے شفاعت مانگو، تاکہ میں اس کی شفاعت کروں، جو بھی شفاعت چاہیگا اس کی شفاعت قبول ہوگی۔ یہاں تک کہ ابلیس بھی شفاعت کی طرح کرے گا۔

لطیف ماہ۔ زر کشی نے "الخادم" میں حضرت ابن وحیہ سے نقل کیا ہے کہ شفاعت کے اقسام میں سے ایک قسم عذاب کی تخفیف ہے جیسا کہ ابوہب کے عذاب میں ہر پیر دو شعبہ کے دن کمی ہوتی ہے، کیونکہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی، نائی اور اپنی باندی تویبہ کو، عذاب کی دلا کی خوشخبری لائی تھی آزاد کیا۔ کہتے ہیں کہ یہ تخفیف عذاب، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامت کی وجہ سے ہے۔

تنبیہ ماہ۔ پھر یہ کہ میں نے دیکھا ہے کہ امام ابو عبد اللہ محمد بن خلف ابی نے اس مسئلہ پر شکم کی شرح میں زیر حدیث ان ابی داؤد والک فی النار میرے اور میرے باپ آگ میں ہیں (طویل بحث کی ہے۔ اور اس میں امام نووی کے اس قول پر اعتراض کیا ہے کہ "بیشک جو کافر ہو کر مرے وہ جہنم میں ہے، اور اسے قبروں کی قربت نفع نہ پہنچائے گی" پھر کہا کہ میں کہتا ہوں کہ اس اطلاق پر غور کرو۔ حالانکہ سہیلی فرماتے ہیں کہ ہمیں لائق نہیں کہ ہم یہ کہیں۔ بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

من بنى عبد المطلب اودده المحب الطبري في "ذخائر العقبى". واخرج ابن
ابن سعد في طبقاته عن ابن عباس رضى الله عنهما قال قال رسول الله
صلى الله عليه واله وسلم: خير العرب مضر وخير مضر بنو عبد مناة وخير
بنى عبد مناة بنو هاشم وخير بنو هاشم بنو عبد المطلب، والله اما افترق
فوقت ان من خلق الله ادم الاكنت في خيرهما. واخرج الطبراني والبيهقي
وابونعيم عن ابن عمر رضى الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه واله
وسلم: ان الله خلق الخلق فاختر من الخلق نبي ادم واختر من بنى ادم
العرب واختر من العرب مضر واختر من مضر قريشا واختر من قريش
بنى هاشم واختر من بنى هاشم بنى هاشم، فانا من خيار الى خيار. واخرج الترمذي
وحسنه والبيهقي عن العباس بن عبد المطلب رضى الله عنه قال قال
رسول الله صلى الله عليه واله وسلم: ان الله خلق خلقى جعلنى من
خير خلقه، ثم حين خلق القبايل جعلنى من خيرهم قبيلة، وحين
خلق الانفس جعلنى من خير انفسهم، ثم حين خلق البيوت جعلنى من
خير بيوتهم فانا خيرهم بيتا وخيرهم نفسا. واخرج الطبراني والبيهقي
وابونعيم عن ابن عباس رضى الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه
واله وسلم: ان الله قسم الخلق قسمين فجعلنى في خيرهما قسما، ثم جعل
القسمين اثلاثا فجعلنى في خيرها ثلثا، ثم جعل الاثلاث قبائل فجعلنى في
خيرها قبيلة، ثم جعل القبائل بيوتا فجعلنى في خيرها بيتا. واخرج ابو
على بن شاذان فيما اوردته المحب الطبري في "ذخائر العقبى" وهو في مسند
اليزيد عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: دخل ناس من قريش على
صفية بنت عبد المطلب فجعلوا يتفخرون ويذكرون الجاهلية، فقالت



نے فرمایا اَلَّذُوْغَرُ الْاَحْيَاءِ اَسْبَغُ الْاَمْوَاتِ یعنی مروجہ کو تم کہہ کر زندوں کو تکلیف و ایذا نہ پہنچاؤ۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
 اِنَّ الَّذِيْنَ يُوْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ | بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اور ممکن ہے وہ روایت جو مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے آپ کے والدین کو زندہ کر دیا اور وہ ایمان لے آئے صبح ہو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اس سے بلند ہے، اور کوئی چیز حق تعالیٰ کو عاجز نہیں کرتی۔

پھر امام ودی کے قول پر اعتراض کیا کہ انکے قول میں ہے کہ بلاشبہ جو زمانہ فترت میں اُس حال پر ضرے جس پر عام اہل عرب تھے کہ بتوں کی پرستش کرتے تھے، وہ جہنم میں ہیں۔ اور یہ عذاب دینا دعوت کے پہنچنے سے قبل نہیں ہے، اسلیے کہ انھیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دیگر نبی و رسول کی دعوت پہنچ چکی ہے، اسکے بعد کہا کہ میں کہتا ہوں کہ انکے کلام میں جو تضاد و منافات ہے اُس پر غور کرو۔ اسلیے کہ اگر انھیں دعوت پہنچ جائے تو وہ اہل فترت نہیں رہتے۔ کیونکہ اہل فترت تو وہی امتیں کہلاتی ہیں جو ایسے رسولوں کے درمیانی زمانہ میں ہوں کہ انکے پاس نہ تو پہلے کوئی رسول آیا ہو، اور نہ دوسرے حال کے رسولوں کا زمانہ پایا ہو۔ مثلاً وہ ہدوی (اعرابی) لوگ، جنکی طرف نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے، اور نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مبارکہ پایا۔

فترت کی اس تفسیر کے لحاظ سے ہر دو رسولوں کے درمیان زمانہ شامل ہو جاتا، لیکن فقہاء جب فترت میں کلام کرتے ہیں، تو اُن کی مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا درمیانی زمانہ ہوتا ہے۔

اور جبکہ یہ بات قطعی دلائل سے ثابت ہو چکی ہے کہ حجت کے قائم ہونے سے پہلے عذاب نہیں دیا جاتا، تو ہم نے جان لیا کہ وہ مستحق عذاب نہیں ہیں۔ اب اگر تم یہ کہو

صفية: منار رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، فقالوا: تنبت نخلة
أو الشجرة في الأرض اليابسة؛ فذكرت ذلك صفية لرسول الله صلى الله
عليه وآله وسلم، فغضب وأمر بلالاً فنادى في الناس، فقام على المنبر
فقال: أيها الناس! من أنا؟ قالوا: أنت رسول الله، قال: انسيوني!
قالوا: محمد بن عبد الله بن عبد المطلب، قال: فما بال أقوام يترلون
أصلي! فوالله! إنني لأفضلهم أصلاً وخيرهم موضعاً. وأخرج الحاكم عن
ربيع بن الحارث قال: بلغ النبي صلى الله عليه وآله وسلم أن قوماً نالوا
منه فقالوا: إنما مثل محمد كمثل نخلة تنبت في اليابسة، فغضب رسول
الله صلى الله عليه وآله وسلم وقال: إن الله خلق خلقه فجعلهم فرقتين
فجعلني في خير الفرقتين، ثم جعلهم قبائل فجعلني في خيرهم قبيلة، ثم جعلهم
بيوتاً فجعلني في خيرهم بيوتاً، ثم قال: أنا خيركم قبيلة وخيركم بيتاً.
وأخرج الطبراني في الأوسط والبيهقي في الدلائل عن عائشة رضي
الله عنها: قالت قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: قال لي جبريل
قليت الأرض مشارقها ومقاربها فلم أجد رجلاً أفضل من محمد صلى
الله عليه وآله وسلم، ولم أجد نبياً أب أفضل من بني هاشم.
قال الحافظ ابن حجر في أماليه: لو أخرج الصحة ظاهراً على صفحات
هذا المتن، ومن المعلوم أن الخيرية والاصطفاء والاختيار من
الله والافضلية عنده لا يكون مع الشرك.
وفي تجريد أسد الغابة في أسماء الصحابة رضي الله عنهم: ربيعة بن الحارث بن
عبد المطلب لها شئ كان من عمه العباس بسنتين، وقال النبي صلى الله عليه وآله
وسلم: نعم العبد ربيعة لو قصر من شعرة وشعر ثوبه؛ وتوفي سنة ثلاث وعشرين
رضي الله عنه وعنا به آمين —

کہ اہل فترت کے عذاب بے جانے پر صحیح احادیث ہیں، جیسے صاحب تحفہ وغیرہ، تو جواب میں کہو، لہذا کہ عقیل بن ابی طالب نے اسکا جواب میں طریقہ پر دیا ہے۔ پہلا تو یہ کہ ایسی تمام احادیث، اخبار و احادیث جو قطعی کے معارض نہیں ہو سکتیں۔ دوسرا یہ کہ انہی لوگوں کے ساتھ عذاب مخصوص ہے (جنگ نام احادیث میں آئے ہیں) اور تعذیب کی وجہ کو خلاف ہی لیا وہ جانتا ہے۔ تیسرا یہ کہ احادیث میں عذاب کی تخصیص انہی لوگوں کی کیا ہے، جنہوں نے دانستہ طریق حق کو بدلا اور شریعت میں تغیر کیا، اور بلا عذر گمراہی کو پھیلایا کیونکہ اہل فترت کی تین قسمیں ہیں۔

اقسام اہل فترت | اہل فترت کی ایک قسم یہ ہے کہ جس نے اپنی بصیرت سے توحید کو سمجھا، پھر کچھ ان میں سے ایسے ہیں جو کس کی شریعت میں داخل نہ ہوئے، جیسے قرآن بن ساعدہ اور زیاد بن عمرو بن لعل، اور کچھ ان میں سے ایسے ہیں جو کسی رسول کی شریعت حقہ قائمہ میں داخل ہوئے، جیسے مسیح اور اسکے قوم دوسری قسم وہ ہے جنہوں نے غیر و بتیل اور شرک کیا، اور توحید پر قائم نہ ہوئے اور میں گھڑت شریعت بنائی، جسے چاہا حلال جانا، جسے چاہا حرام جانا۔ ایسے لوگ بہت کثرت سے ہیں، جیسے عمرو بن لعل۔ سب سے پہلے جس نے اہل عرب میں بت پرستی کا طریقہ رائج کیا اور اسکے احکام گھڑے، وہ بکر بن ابی شیبہ، صہب السائبہ و قیس الہذیل اور حمی الحامی ہے۔ اور عرب کی بہت بڑی جماعت اسکی من گھڑت شریعت کی پیروی میں گئی، اور وہ جنات اور فرشتوں کو پوجنے لگے۔ حور و دمر کی تصویبیں دیتے بنائیں، اور انکے لیے بچانے تیار کیے، اور پردے لٹکائے، اور خانہ کعبہ میں آلات و عمرتی اور منات جیسے بت رکھے۔

تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے نہ تو شرک کیا، اور نہ توحید کا اظہار کیا اور نہ کسی نبی کی شریعت میں داخل ہوئے، اور نہ اپنے آپ کوئی شریعت گھڑی، اور نہ کسی دین کا اختراع کیا، بلکہ اپنی تمام عمر کو ان سب سے غفلت کی حالت میں

ذكر أدلة المقدمة الثانية

قال عبد الرزاق في المصنف عن معمر بن ابن جريح قال قال
ابن المسيب قال علي ابن ابي طالب رضي الله عنه - لم يزل على وجه الدهر
في الارض سبعة مسلمون فصاعدا، فلو لا ذلك هلكت الارض ومن
عليها، هذا السناد صحيح على شرط الشيخين، ومثله لا يقال من قبل الراي
قله حكم الراي؛ وقد اخرج ابن المنذر في تفسيره عن الديلمي عن عبد
الرزاق به. واخرج ابن جريح في تفسيره عن شهر بن حوشب قال: لم
يبق الارض الا وفيها اربعة عشر يدفع الله بهم عن اهل الارض و
يخرج بركتها الارض ابراهيم فانه كان وحده. واخرج ابن المنذر
في تفسيره عن قتادة في قوله تعالى: قلنا اهبطوا منها جميعا فاما ياتينكم
مني هدى فمن تتبع هداي - الآية، قال: ما زال الله في الارض اولياء
منذ هبط آدم ما اخلى الله الارض لابليس الا وفيها اولياء يعلمون
الله بطاعته. وقال الحافظ ابو عمر بن عبد البر: روى ابن القاسم عن
مالك قال بلغني عن ابن عباس رضي الله عنهما - انه قال: لا يزال
الله في الارض ولي ما دام فيها للشيطان ولي. واخرج الامام احمد بن
حنبل في الزهد والخلاص في كتاب كرامات الاولياء يستند صحيح على
شرط الشيخين عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: ما خلت الارض
من بعد نوح من سبعة يدفع الله تعالى بهم عن اهل الارض؛ هذا
ايضاله حكم الرفح.

له هو اسحاق بن ابراهيم الديلمي، يروي عن عبد الرزاق بن همام، كما في تهذيب
التهذيب.

باقی رکھنا اور زمانہ جاہلیت میں اسی حال پر رہے۔

اب جبکہ اہل فترت کے تین قسم کے لوگ ٹھہرتے، تو دوسری قسم کے لوگوں پر
عذاب دیئے جانے کا حکم صحت پر معمول ہو گا، کیونکہ انھوں نے کفر کیا، اور اس میں
وہ معذور تصور نہ ہونگے۔ اور تیسری قسم کے لوگ، حقیقت میں لوگ اہل فترت ہیں
یہ غیر مستحق عذاب ہیں قطعی طور پر جیسا کہ اسبق میں گذرا۔ اب رہے پہلی قسم کے لوگ،
تو ان جیسوں کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر وہ شخص جو حق اور ذیہ
کے مشابہ ہو گا، انھیں ایک امت بنا کر اٹھایا جائیگا، لیکن قوم جمع وغیرہ ان کا
حکم ان دین والوں کی مانند ہو گا، گو کہ دین میں داخل ہیں، جب تک ان میں سے
کوئی اسلام کو نہ پائے، کیونکہ اسلام ہر دین کو مشرک کر دیتا ہے۔ اتنی بات سے الٹی نہ پھاگے

ووسرا مسالک و مذہب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما سے بلاشبہ
شرک کا صدور ثابت نہیں ہے، بلکہ وہ دونوں اپنے جید بھائی و بھائیوں کے
علی نبینا و علی الصلوٰۃ والسلام کے دین حنیف پر گامزن تھے۔ جس طرح عرب کی ایک
اور جماعت اس پر قایم تھی، مثلاً زید بن عمرو بن نخل، ورقہ بن نوفل وغیرہ۔ اس
مسئلہ پر ایک جماعت کا مذہب ہے۔

انہی میں سے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ہیں وہ اپنی کتاب اسرار التشریفات میں اس مسلک کی خوب وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ”کہا گیا ہے کہ آقا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہ تھا بلکہ آپ کا چچا تھا (آپ کے والد تارخ تھے) اس پر علمائے چند وجوہ سے حجت قائم کر رہے، چنانچہ ان وجوہ میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے آباء اجداد کا فرض نہ ہوتا تھا، اس پر چند دلائل قائم کیے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

الَّذِينَ يَرْثُوْنَ حَيْثُ تَقُومُوا ۚ

وأخرج الأزرقي في "تاريخ مكة" عن زهير بن محمد قال: لم يزل علي بن عبد
الارض سبعة مسلمون فصاعدا، لولا ذلك لاهلكت الارض من عليها.
وأخرج الجندی في "فضائل مكة" عن عجاهد قال: لم يزل علي الارض
سبعة مسلمون فصاعدا، لولا ذلك لاهلكت الارض ومن عليها. وأخرج
الامام أحمد في "الزهد" عن كعب رضى الله عنه قال: لم يزل بعد نوح في
الارض اربعة عشر يدفع بهم العذاب، وأخرج المخلال في كتاب كرامات
الاولياء "عن زاذان قال: ما خلت الارض بعد نوح من اثني عشر فصاعدا
يدفع الله بهم عن أهل الارض. وأخرج ابن المنذر في تفسيره بسند صحيح
عن ابن جريج في قوله: "رب اجعلني مقيم الصلاة ومن ذريتي" قال:
فلا يزال من ذرية ابراهيم على نبينا وعليه الصلاة والسلام ناس على
القطرة يعبدون الله. وانما وقع التقييد في هذه الآثار الثلاثة بقوله
من بعد نوح، لانه من قبل نوح كان الناس كلهم على الهدى.

أخرج البزار في مسنده وابن جرير وابن المنذر وابن أبي حاتم في تفسيرهم
والحاكم في "المستدرک" وصححه عن ابن عباس رضى الله عنهما في قوله
تعالى: "كان الناس امة واحدة" قال: كان بين آدم ونوح عشرة قرون
كلهم على شريعة من الحق فاختلَفوا فبعث الله النبيين، قال: وكذلك
هي في قراءة عبد الله بن مسعود رضى الله عنه: "كان الناس امة واحدة
فاختلَفوا". وأخرج ابو يعلى والطبراني وابن أبي حاتم بسند صحيح عن ابن
عباس في قوله تعالى: "كان الناس امة واحدة" قال: على ارسلا كلهم.

له هو الامام ابو الوليد محمد بن عبد الكريم الأزرقي المتوفى سنة ثلاث وعشرين و
مائتين. كان في كشف الظنون له ذكوة صاحب التجويد في زهير الثقفي مختصرا.

تَقْلِبُكَ فِي السَّجْدِ بَيْنَ | آپ کو ساجدوں کی پشتوں میں منتقل کیا
اس کے معنی یہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹور پاک ایک ساجد سے
دوسرے ساجد تک منتقل ہوتا رہا۔

اس تقدیر پر یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام
آباد و اجداد مسلمان تھے۔ اس طرح قطعی طور پر ملاحظہ ہو جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم
علیہ السلام کے والد کا فروں میں سے نہ تھے۔ بلاشبہ آزاد آپ کا چچا تھا۔
خلاصہ کلام یہ کہ ارشاد باری تعالیٰ تَقْلِبُكَ فِي السَّجْدِ بَيْنَ کو دوسری
جہات پر محمول کیا جائیگا۔ اور جب تمام روایتیں موجود ہیں، اور ان میں تضاد و
مناقضات بھی نہیں ہے، تو واجب ہے کہ آیت کریمہ کو سب پر محمول کریں۔ اس وقت
یہ بات درجہ صحت کو پہنچ جاتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تین بیٹوں میں سے تھے
پھر فرماتے ہیں کہ اسی زمرہ کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کے آباد و اجداد مشرکوں میں سے نہ تھے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ
میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک چہلوں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ اور اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ، یعنی بلاشبہ مشرک ناپاک ہیں۔ تو واجب ہے
کہ حضور کے اجداد میں کوئی مشرک نہ ہو۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ کا یہ بیسیں کلام ہے، اور تمہیں انکی امامت و
جہالت چون و چرا سے باز رکھتی ہے، کیونکہ بلاشبہ وہ اپنے زمانہ میں اہل شہادت
کے امام، اپنے وقت میں بہت مدح و فخر کے درمیں قائم، اپنے زمانہ میں اشاعرہ
کے مذہب کے ناصر، اور چھٹی صدی کے سرے پر ایسے مجتہد و عالم پیشو ہوتے تھے کہ
اس امت کے دینی امور کو تازہ کر دیا تھا، اور میرے نزدیک اس مسلک کی
تائید میں اور وہ جو امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ کا مذہب ہے کچھ مورد
اور بھی ہیں۔ ایک تو وہ دلیل ہے جسے میں نے دو مقاموں میں استنباط

وأخرج ابن أبي حاتم عن قتادة في الآية قال: ذكرنا أنه كان بين آدم
ونوح عشرة قرون كلهم على الهدى وعلى شريعة من الحق ثم اختلفوا بعد
ذلك فبعث الله نوحاً وكان أول رسول أرسله الله إلى أهل الأرض.
وأخرج ابن سعد^{له} في "الطبقات" من وجه آخر عن ابن عباس رضي الله
عنهما قال: ما بين نوح إلى آدم من الأباء كانوا على الإسلام. وأخرج ابن
سعيد عن طريق سفيان بن سعيد الثوري عن أبيه عن عكرمة قال: بين
آدم ونوح عشرة قرون كلهم على الإسلام. وفي التنزيل حكاية عن نوح
على نبينا وعليه الصلاة والسلام: رب اغفر لي ولوالدي وللمن دخل
بيتي مؤمناً وولد نوح سام مؤمن بالاجماع والنص لأنه نجما مع أبيه
في السفينة ولم ينج فيها الا مؤمن، وفي التنزيل: وجعلنا ذريته هم
الياقين^ه بل ورد في أثر: أنه كان نبياً، أخرجه ابن سعد في "الطبقات"
والزبير بن بكاد في "الموقفيات"^{له} وابن عسما كوفي "تاريخه" عن الكلبي:
وولده ادغش صريح بإيمانه في أثر عن ابن عباس أخرجه ابن عبد
الحكم في "تاريخ مصر"، وفيه: أنه أدرك جده نوحاً وأنه دعا له أن يجعل
الله الملك والنبوة في ولده؛ ومن ولد ادغش إلى تاريخ ورد التصريح
بإيمانهم في أثر. أخرج ابن سعد في "الطبقات" من طريق الكلبي عن أبي صالح
عن ابن عباس رضي الله عنهما: أن نوحاً على نبينا وعليه الصلاة والسلام
^{له} هو أبو عبد الله محمد بن سعد الزهري البصري، صاحب طبقات الصحابة والتابعين
كاتباً لواقدي المتوفى سنة ثلاثين ومائتين انتهى ما في كشف الظنون لمختص^{له}
في كشف الظنون: موقفيات في الحديث للزبير بن بكاد الأسدي المتوفى سنة
ست وخمسين ومائتين رحمه الله تعالى.

کیا ہے۔ پہلا مقدمہ یہ کہ احادیث صحیحہ و دلالت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصول میں سے ہر اصل سیدنا آدم علیہ السلام سے آپ کے والد ماجد سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ تک اپنے اپنے زمانہ میں سب سے بہتر و افضل رہے ہیں اور ہر ایک کے زمانہ میں کوئی دوسرا ان سے بہتر و افضل نہ تھا۔

دوسرا مقدمہ یہ کہ احادیث و آثار دلالت کرتی ہیں کہ روئے زمین پر حضرت نوح یا حضرت آدم علیہما السلام کے عہد سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک، پھر قیام قیامت تک ہمیشہ کچھ لوگ جو دین فطرت پر رہے اور رہیں گے، تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، تو یہ لوگ امین اور نمازیں پڑھیں۔ انہی کی وجہ سے زمین قائم ہے، اور اگر وہ نہ ہوتے تو زمین بھی ہلاک ہو جاتی اور اس پر رہنے والے بھی ہلاک ہو جاتے۔

جب ان دونوں مقدموں کو طے کیا جائے تو قطعی طور پر نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد میں سے کوئی بھی مشرک نہ تھا۔ اس لیے کہ یہ بات ہر ایک کے لیے ثابت ہے کہ وہ زمانہ میں سب سے بہتر رہا ہے۔ انہی حضرات جو دین فطرت پر رہے ہیں، اگر وہ آپ کے اجداد ہیں؟ تو یہی ہماری مراد ہے، اور اگر ان کے سوا لوگ ہیں، اور (معاذ اللہ) وہ اجداد و آباء مشرک ہیں؟ تو دو باتوں میں ایک بات ضرور لازم آتی ہے۔ (۱) یا تو مشرک مسلمان سے بہتر ہوگا حالانکہ یہ بالاحوال باطل ہے۔ (۲) یا یہ کہ وہ غیر ان آباء و اجداد سے بہتر ہونے لگا لگا کہ یہ بھی احادیث صحیحہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔ لہذا قطعی طور پر واجب ہے کہ ان آباء و اجداد میں سے کوئی بھی مشرک نہ ہو، تاکہ روئے زمین پر ہر زمانہ میں وہی سب سے افضل ہوں۔

پہلے مقدمہ کے دلائل | امام بخاری نے اپنی تصحیح میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انھوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم علیہ السلام کفایت

لما هبط من السفينة هبط الى قرية فيبني كل رجل منهم بيتا فسميت
 "سوق الثمانين"، ففرق بنو قاييل كلهم، وما بين نوح الى ادم من الاباء كانوا
 على الاسلام، فلما ضاقت بهم سوق الثمانين تحولوا الى بابل فيبنيها فكثر
 بها حتى بلغوا مائة الف، وهم على الاسلام ولم يزالوا على الاسلام وهم ببابل
 حتى ملكهم نمرود بن كوس بن كنعان بن حاتم بن نوح قد علمهم نمرود في
 عبادة الاوثان ففعلوا. هذا اللفظ الاثر، فحرف من مجموع هذه الآثار ان
 اجناد النبي صلى الله عليه وآله وسلم كانوا مؤمنين بيقين من ادم
 الى زمن نمرود، وفي زمنه كان ابراهيم عليه السلام واذا كان اذر
 والابراهيم فيستثنى من سلسلة النسب، وان كان عمه فلا استثنائه
 في هذا القول اعني ان اذر ليس ابا ابراهيم كما ورد عن جماعة من اسلاف
 اخرج ابن ابي حاتم بسند ضعيف عن ابن عباس رضي الله عنهما في
 قوله تعالى: واذا قال ابراهيم لابنيه اذر، قال: ان ابا ابراهيم لم يكن اسمه
 اذر وانما كان اسمه تارخ. واخرج ابن ابي شيبة وابن المنذر وابن ابي حاتم
 من طرق بعضها صحيح عن مجاهد قال: ليس اذرا ابا ابراهيم. واخرج ابن
 المنذر بسند صحيح عن ابن جريج في قوله تعالى: واذا قال ابراهيم لابنيه
 اذر، قال: ليس اذرا ابوه انما هو ابراهيم ابن تيرخ. او تارخ. بن شارخ
 بن تاخو بن قاطم. واخرج ابن ابي حاتم بسند صحيح عن السدي رحمه الله
 في لفظه لو كان معه تمانون رجلا سقط من العبارة ^{له} كذا في المنقول عنه، وفي
 القاموس في الكنع: كنعان بن سام بن نوح عليه السلام؛ ولعل ما في القاموس ^{الصحيح}
^{له} هو اسم جيل بن عبد الرحمن ابن ابي كريمة السدي. انضم المصداق وتشهد له الدلائل
 ابوهم الكوفي صدوق بهم ورعي بالتشيع، من الرواية، مات سنة سبع وعشرين ومائة.
 التقوييب والتهميد.

ہر زمانہ میں بہتر لوگوں میں، میں منتقل کیا جاتا رہا، یہاں تک کہ مجھے اس نعمت میں مبعوث فرمایا گیا، جس میں میں ہوں۔

اور امام بیہقی نے دلائل النبوة میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ ہمیشہ لوگوں کے دو گروہ ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے ان میں سے بہتر میں رکھا، پھر مجھے والدین کریمین سے تولد کیا گیا لہذا زمانہ جاہلیت کی کوئی چیز مجھ تک نہ پہنچی۔ اور حضرت آدم علیہ السلام سے اپنے ماں باپ تک نکاح سے منتقل ہوا، اور سفاح (بیجاہی) سے میں منتقل نہیں ہوا۔ ایسے میں اپنی ذات کے اعتبار سے بھی اور تمہارے والدین کے لحاظ سے بھی تم سب بہتر ہو۔ اور ابو نعیم نے دلائل النبوة میں متعدد اسناد کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا، انھوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں ہمیشہ اصلاط طاہرہ سے ارحام طیبہ میں پاک و صاف اور مہذب منتقل ہوتا رہا جب بھی دو قبیلے بنے، میں ان کے بہتر میں رہا۔

اور امام مسلم و ترمذی نے صحیح کے ساتھ حضرت عائشہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیشک اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم علیہ السلام میں سے حضرت اسمعیل علیہ السلام کو برگزیدہ فرمایا، اور اولاد اسمعیل علیہ السلام میں بنی کنانہ کو برگزیدہ کیا، اور بنی کنانہ میں قریش کو برگزیدہ کیا اور قریش میں سے بنی ہاشم کو برگزیدہ کیا، اور بنی ہاشم میں سے مجھے برگزیدہ فرمایا۔

اور حافظ ابوالقاسم حمزہ بن یوسف سہمی نے فضائل عباسیہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ان لفظوں کے ساتھ نقل کیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو برگزیدہ کر کے خلیل بنایا، اور اولاد ابراہیم علیہ السلام میں سے حضرت اسمعیل علیہ السلام کو برگزیدہ کیا، پھر اولاد اسمعیل سے نزار کو برگزیدہ کیا، پھر اولاد نزار سے مضر کو برگزیدہ کیا، پھر مضر سے کنانہ کو برگزیدہ کیا، پھر کنانہ سے قریش کو برگزیدہ کیا

قيل له: اسم إلى إبراهيم أريد، فقال: بل اسمه تارخ؛ وقد روي من حيث
 اللغة بأن العرب كانوا يطلقون لفظ الأب على العم اطلاقاً شائعاً وإن كان
 محاذاً. وفي التنزيل: **إِمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتَ إِذْ قَالَ**
لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَهَكَ وَاللَّهُ أَبَاكَ ^{إبراهيم} **إِبْرَاهِيمَ**
وَأَسْحَىٰ، فاطلق على اسمعيل لفظ الأب وهم يعقوب كما اطلق على إبراهيم
 وهو جده. أخرج ابن أبي حاتم عن ابن عباس رضي الله عنهما أنه كان
 يقول الحمد أب ويتلو: **قَالُوا نَعْبُدُ إِلَهَكَ وَاللَّهُ أَبَاكَ**، وأخرج عن ابن
 العالبة في قوله تعالى: **وَاللَّهُ أَبَاكَ** إبراهيم واسماعيل، قال: سعى العم إلى
 وأخرج عن محمد بن كعب القرظي قال: الخال والد والعم والد، وتلا هذه
 الآية. فهذه أقوال السلف من الصحابة والتابعين في ذلك. ويرشده
 ما أخرجه ابن المنذر في تفسيره بسند صحيح عن سليمان بن صرد ^{له} قال:
 لما أرادوا أن يلقوا إبراهيم في النار جعلوا يجمعون الخطب حتى إن كانت
 العجوز لتجتمع الخطب، فلما أرادوا أن يلقوه في النار قال: حسبى الله ثم
 الوكيل، فلما القوة قال الله: **يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ**، فقال
 عم إبراهيم: من أجلى دفع عنه، فأرسل الله عليه شرارة من النار فوقعت
 على قدميه فأحرقته. فقد صرح في هذا ألا شرع إبراهيم، وفيه فائدة
 أخرى وهو أنه هلك في أيام لقاء إبراهيم في النار، وقد أخبر الله سبحانه
 في القرآن بأن إبراهيم ترك الاستغفار له لما تبين له أنه عدو لله. و
 ردت الآثار وبان ذلك تبين له لما مات مشركاً وأنه لم يستغفر له بعد
 له سليمان بن صرد. بضم المهملة وفتح الراء. ابن الجون الخراساني، نقل
 يعين الواردة سنة خمسين وتسعين رضي الله عنه، كذا في التقويب.

پھر قریش سے بنی ہاشم کو برگزیدہ کیا، پھر بنی ہاشم سے بنی عبدالمطلب کو برگزیدہ کیا۔
پھر بنی عبدالمطلب سے مجھے برگزیدہ کیا۔ ”الحی طبری نے ”دقائق العقبیٰ“ میں سے بیان کیا۔
ادام بن مسعود نے اپنے ”طبقات“ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، عرب میں سب سے بہتر
مقرر ہے، اور مشرق میں بہتر اعلیٰ بنی عبد مناف ہے، اور بنی عبد مناف میں بنی ہاشم ہیں
اور بنی ہاشم میں بہتر بنی عبدالمطلب ہیں۔ خدا کی قسم جب سے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا
دو گروہوں میں سے سب سے بہتر گروہ میں مجھے رکھا۔

اور طبرانی و بیہقی اور ابونعیم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ
وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، اللہ تعالیٰ نے خلق پیدا فرمائی
اس میں حضرت آدم علیہ السلام کو پسند فرمایا، اور اولاد آدم میں اہل عرب کو پسند فرمایا،
اور اہل عرب میں ہنفر کو پسند فرمایا، اور مشرق میں قریش کو پسند فرمایا، اور قریش میں
بنی ہاشم کو پسند فرمایا، اور بنی ہاشم میں مجھے پسند فرمایا۔ لہذا میں بہتروں سے بہتروں
کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

اور ترمذی نے نقل کر کے اسے حسن کہا، اور بیہقی نے بھی حضرت عباس بن
عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبوقت مجھے پیدا فرمایا، تو مجھے اپنی تمام مخلوق سے بہتر بنایا
پھر جب قبیلوں کو پیدا کیا، تو مجھے اس کے بہتر قبیلہ میں رکھا، اور جب جانوں کو پیدا فرمایا
تو مجھے انکی بہتر جانوں میں رکھا، پھر جب گھروں کو پیدا کیا، تو اس کے بہتر گھروں میں مجھے
رکھا۔ لہذا میں گھر کے اعتبار سے بھی بہتروں، اور جانوں کے اعتبار سے بھی بہتر۔

اور طبرانی و بیہقی اور ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا
انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو دو قسموں
میں تقسیم کیا اور مجھے ان دونوں کی بہتر قسم میں رکھا۔ پھر ان دو قسموں کو تین قسمیں کیا

ذلك. وأخرج ابن أبي حاتم بسند صحيح عن ابن عباس رضي الله عنهما
قال: ما زال إبراهيم عليه السلام يستغفر لأبيه حتى مات، فلما تبين له
أنه عدو لله فلم يستغفر له. وأخرج عن محمد بن كعب وقادة وبهاضو
الحسن وغيرهم قالوا: كان يرجوه في حياته، فلما مات على شركه تبرأ منه،
ثم هاجر إبراهيم عقيقه واقعة النادر إلى الشام كما نص الله على ذلك في
القرآن ثم بعد مدة من مهاجرة دخل مصر واتفق له فيها مع الجيارما
اتفق بسبب سادة واحد منه هاجر، ثم رجع إلى الشام، ثم أمره الله أن
ينقلها وولد لها اسم عيل إلى مكة فنقلها ودعا فقال: "ربنا أنى أسكنت
من ذريتي بواد غير ذي زرع" إلى قوله: "ربنا اغفر لي ولوالدي" ولوالدي
والمؤمنين يوم يقوم الحساب، فاستغفر لوالديه وذلك بعد
هلاك عمه مدة طويلة: فيستنبط من هذا أن المذكور في القرآن
بالكفر والتبرئ من الاستغفار له هو عمه لا أبوه الحقيقي، فلما أحس
على ما ألهم. روى ابن سعد في "الطبقات" عن الكلبي قال: هاجر إبراهيم
من بابل إلى الشام وهو يومئذ ابن سبع وثلاثين، فأتى حران فأقام بها
زمانا، ثم أتى إلى الأردن فأقام بها زمانا، ثم خرج إلى مصر فأقام بها زمانا،
ثم رجع إلى الشام فترز السبع أرضا بين إيلياء وفلسطين، ثم إن بعض
أهل ببلد أذوه فتحمل من عندهم فتزل منزلا بين الرملة وإيلياء.
وروى ابن سعد عن الواقدي قال: ولد لإبراهيم اسم عيل هو ابن
تسعين سنة: فعرف من هذين الأثرين أن بين هجرته من بابل عقيب
له هو محمد بن عمرو وأبو الاسامي الواقدي المدني القاضي تزيل بؤن أد، متروك
مع سعة علمه، مات سنة سبع ومائتين وله ثمان ستون سنة ورحمه الله تعالى

تو مجھے ان تینوں کی بہتر میں رکھا، پھر جب ان تینوں کو قبائل بنایا، تو مجھے انکے بہتر قبیلہ میں رکھا، پھر جب قبائل کو مکرعنی خاندان بنایا، تو مجھے انکے بہتر گھر میں رکھا۔

اور ابوعلی بن شاذان نے جسے المحب الطبری نے "ذخائر العقبیٰ" میں اودوہ مندرجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ کچھ قریش کے لوگ صقیہ بنت عبدالمطلب کے گھر میں جمع ہو کر فخر کا اظہار اور جاہلیت کی باتیں کرنے لگے اس پر حضرت صقیہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تو تشریف فرما ہیں۔ یہ شکر احمقوں نے (بلگوئی کے انداز میں) کہا۔ بنجر زمین سے کھجور یا کوئی درخت نمودار ہو گیا ہے۔ پھر حضرت صقیہ رضی اللہ عنہا نے اس کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، تو آپ جلال میں آگئے، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو جمع کریں پھر آپ نے منبر پر تشریف فرما ہو کر ارشاد فرمایا، اے لوگو! میں کون ہوں؟ سب نے عرض کیا، آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا میرا نسب بیان کرو؟ سب نے کہا آپ محمد بن عبد اللہ بن عبدالمطلب ہیں۔ آپ نے فرمایا اس قوم کا کیا حال ہے، جو میری اصلیت کی تنقیص و تحقیف کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! میں ان سے اصل میں بھی افضل ہوں، اور جگہ و مقام کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں۔

اور حاکم نے ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ فرمائی، تو لوگوں نے تو گمراہی کی اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال تو ایسی ہے جیسے کہ بنجر زمین میں کھجور کا درخت نمودار ہو جائے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غضب کا اظہار فرمایا، اور کہا بیشک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا، پھر اسکے دو فرقے کیے، اور مجھے ان میں سے بہتر فرقہ میں کیا۔ پھر انکے قبائل بنائے، پھر مجھے بہتر قبیلہ میں کیا، پھر انکے خاندان بنائے پھر مجھے انکے بہتر خاندان میں کیا۔ اسکے بعد فرمایا میں تم میں قبیلہ کے اعتبار سے بھی بہتر ہوں اور تم سے خاندان کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں۔

واقعة النار وبين الدعوة التي دعا بها بمكة بضوا وخمسين سنة.

تتبع

ثم استشهد التوحيد في ولد ابراهيم واسماعيل عليهما السلام. قال
 الشهرستاني في الملل والنحل: كان دين ابراهيم قائما والتوحيد في
 صدر العرب شائعا، وأول من غيره واتخذ عبادة الأصنام عمرو بن
 لحي: قلت: وقد صح بذلك الحديث. أخرج البخاري ومسلم عن أبي
 هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم:
 دأبت عمرو بن لحي الخزاعي يجر قصبة في النار، كان أول من سبب^{سب}
 وأخرج الإمام أحمد في مسنده عن ابن مسعود رضي الله عنه عن
 النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال: إن أول من سبب السواك و
 عبد الأصنام أبو خزاعة عمرو بن عامر، وأبى رايته يجرامعاء في النار.
 وأخرج ابن اسحاق وابن جرير في تفسيرهما عن أبي هريرة قال قال
 رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: رأيت عمرو بن لحي بن قنعة بن
 جندب يجر قصبة في النار، إنه أول من غير دين ابراهيم. ونفط ابن
 اسحاق أنه كان أول من غير دين اسمعيل فنصب الأوثان وجر البحيرة
 وسبب السابية ووصل الوصيلة وحج الحامي. وله طرق أخرى.
 وأخرج البزار في مسنده بسند صحيح عن أنس رضي الله عنه قال:
 كان الناس بعد اسمعيل عليه السلام وكان الشيطان يحد^ث
 له هو أبوا فتوح الإمام محمد بن عبد الكريم الشهرستاني المتوفى سنة ثمان و
 أربعين وخمسمائة. كذا قال في كشف الظنون، والله أعلم.

اور طبری نے "الاوسط" میں، اور سیوطی نے "الدلائل" میں سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے جبریل میان کرتے ہیں کہ میں نے روئے زمین کے تمام مشرق و مغرب کو چھان مانا، لیکن میں نے کسی کو بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے افضل نہ پایا، اور نہ کسی نبی کے باپ کو جی ہاشم سے افضل پایا۔

حضرت حافظ ابن حجر "المالیہ" میں فرماتے ہیں کہ صحت کی تابانیاں ان امتوں کی پشتانیوں پر نظر ہوں، اور یہ امر بدیہی ہے کہ افضلیت و اسطفاؤ و برگزیدگی اور پسندیدگی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضلیت، شرک کے ساتھ نہیں ہوتی ہے۔

دوسرے مقدمہ کے دلائل | حضرت عبدالرزاق "المصنف" میں بروایت محمد بن ابی جریج سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ہر زمانہ میں روئے زمین پر ہمیشہ سات مسلمان یا زیادہ ضرور رہے ہیں اگر وہ نہ ہوتے زمین ہلاک و برباد ہو جاتی، اور اس پر رہنے والے بھی نہ رہتے۔ اسکی سند شیخین (بخاری و مسلم) کی شرط پر صحیح ہے۔ اسکی مثل اس سے پہلے کسی نے نہیں کہا۔ لہذا اسکا حکم، مرفوع کے حکم میں ہے۔ اور ابن منذ نے اپنی تفسیر میں بروایت دجری (محمد اسحاق بن ابراہیم الدیمی) از عبدالرزاق اسکی تخریج کی۔ اور ابن جریر اپنی تفسیر میں "شہر بن حوشب" سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا چودہ اشخاص زمین پر ایسے ضرور رہتے ہیں جنکی وجہ سے اہل زمین سے بلائیں دور ہوتی ہیں، اور انھیں برکت ملتی ہے، مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ کہ وہ اپنے زمانہ میں تنہا تھے۔

ابن منذ نے اپنی تفسیر میں حضرت قتادہ سے اس آیت کریمہ کے تحت

الناس بالشيء يريدان يردهم عن الاسلام حتى ادخل عليهم في التلبية:
 لبيك لبيك لا شريك لك الا شريكاً هو لك تملكه وما ملك، قال: فما زال
 حتى اخبرهم عن الاسلام الى الشرك. قال السهيلي في الروض الاثني^{له}
 كان عمرو بن لحي حين غلبت خزاعة على البيت ونفت جرهم عن مكة
 قد جعلته العرب رباً لا شرع لهم بدعة الاخذوها بسرعة لانه كان
 يطعم الطعام ويكسوفى الموسم. وقد ذكر ابن امحاق: انه اول من ادخل
 الاصنام المحرم وحمل الناس على عبادتها، وكانت التلبية من عهد
 ابراهيم عليه السلام: لبيك اللهم لبيك لبيك لا شريك لك لبيك،
 حتى كان عمرو بن لحي، فبينما هو يلبي تمثل له الشيطان في صورة
 شيخ فلبى معه، فقال عمرو: لبيك لا شريك لك، فقال للشيخ: الا شريكاً
 هو لك، فانكر ذلك عمرو وقال: وما هذا؟ فقال الشيخ قل: تملكه وما
 ملك فانه لا بأس بهذا، فقال عمرو وانت بها العرب انتهى كلام السهيلي
 وقال الحافظ عماد الدين بن كثير في تاريخه: كانت العرب على دين
 ابراهيم الى ان ولي عمرو بن عامر الخزاعي مكة وانتزع ولاية البيت من
 اجداد النبي صلى الله عليه وآله وسلم فحدث عمرو المذكور عبادة
 الاصنام وشرع للعرب الضلالات من السوائب وغيرها وازاد في التلبية
 بعد قوله: لبيك لا شريك لك، قوله: الا شريكاً هو لك تملكه وما ملك
^{له} الروض الاثني في شرح غريب لسير الشيخ الامام ابي القاسم عبد الرحمن
 ابن عبد الله بن احمد السهيلي المتوفى سنة احدى وثمانين وخمس مائة، وبدا
 في املاء هذا في محرم سنة تسع وستين وخمس مائة وكان لقرآن منه في
 جمادى الاولى من ذلك العام، كذا في كشف الظنون -



قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ
مِثْقَىٰ حَصْدَىٰ فَمَنْ يُتْلِعْ هَذَا لَا إِلَهَ
(پا - ۴۶)

مہنے فرمایا تم سب جنت سے اتر جاؤ پھر
اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی
ہدایت لائے تو وہ میری ہدایت کا پیرو ہو۔

نقل کرتے ہیں کہ قتادہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین میں ہمیشہ اولیاء کو موجود
رکھا ہے، اور جب سے حضرت آدم علیہ السلام کو اتارا کسی وقت بھی زمین کو شیطان
کیلئے خالی نہ رکھا۔ ہر زمانہ میں زمین میں اولیاء رہے اور اسکی طاعت میں مشغول رہے۔
اور حافظ ابو عمر بن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن قاسم نے حضرت
مالک رضی اللہ عنہما سے روایت کی انھوں نے کہا کہ مجھے سیدنا ابن عباس
رضی اللہ عنہما کی حدیث پہنچی ہے کہ انھوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین میں ہمیشہ
اپنے ولی کو رکھا جب تک اس میں شیطان کا دخل ہے۔

اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ”الرحار“ میں، اور حضرت
خاکی نے کتاب کرامات الاولیاء میں شعبین کی شرط پر سند صحیح کے ساتھ حضرت
ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث نقل کی کہ انھوں نے فرمایا حضرت نوح علیہ السلام
کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ سات ایسے شخصوں کو موجود رکھا، جبکی ہدایت اہل زمین
سے اللہ تعالیٰ نے بلاؤں کو دور فرمایا۔ یہ حدیث بھی حکیم مرفوع میں ہے۔

اور حضرت ازرقی (یعنی امام ابوالولید محمد بن عبدالکریم الذہبی المتوفی ۵۴۵ھ) نے
رحمہ اللہ نے ”تاریخ مکہ“ میں زہیر بن محمد سے نقل کیا کہ انھیں نے فرمایا
توئے زمین پر سات یا اس سے زیادہ مسلمان ہمیشہ رہے ہیں، اگر وہ نہ ہوتے
تو زمین اور اس کے رہنے والے یقیناً ہلاک ہو جاتے۔

اور جندھی نے ”فضائل مکہ“ میں مجاہد سے روایت کی کہ انھوں نے فرمایا
کہ ہمیشہ دوئے زمین پر سات یا اس سے زیادہ مسلمان رہے ہیں، اگر وہ
نہ ہوتے تو زمین اور اس کے رہنے والے یقیناً ہلاک ہو جاتے۔

وهو اول من قال ذلك وتبعته العرب على الشرك تشابهوا بذلك قوم
نوح وماثralهم المنتقمة وفيهم على ذلك بقايا من دين ابراهيم؛ و
كانت مدة ولاية خراعة على البيت ثلاث مائة سنة وكانت ولايتهم
مشقوقة الى ان جاء قصي جد النبي صلى الله عليه وآله وسلم فقاتلهم
واستعان على حربهم بالعرب وانتزع ولاية البيت منهم الا ان العرب
بعد ذلك لم ترجع عما كان احداثه لها عمرو الخزامي من عبادة الاصنام
وفيه ذلك لانهم راوا ذلك دينا في نفسه لا ينبغي ان يغير انتهى.
فثبت ان ابا النبي صلى الله عليه وآله وسلم من عهد ابراهيم عليه
السلام الى زمان عمرو المدكور كلهم مؤمنون ببيقين، وناخذ في الكلام
على الباقي وعلى زيادة توضيح لهذا المقدور الامر الثاني مما نلتصير
لهذه المسلك ايات واثر في ذرية ابراهيم وعقبه: الآية الاولى
وهي اصرحها قوله تعالى: "واذ قال ابراهيم لابيه اتني بدعاء
تعبدون الا الذي فطرنى فانه سيهملين" وجعلها طاعة يا قية في عقبه
اخرج عبد بن حميد في تفسيره بسند عن ابن عباس في قوله تعالى:
"وجعلها كلمة باقية في عقبه" قال: لا اله الا الله. وقال عبد بن حميد
حدثنا يونس عن شيبان عن قتادة في قوله تعالى: "وجعلها كلمة باقية في
عقبه" قال: شهادة ان لا اله الا الله والتوحيد، لا يزال في ذريته من بعده
بعدة. وقال عبد الرزاق في تفسيره عن معمر عن قتادة في قوله تعالى: "و
جعلها كلمة باقية في عقبه" قال: الاخلاص والتوحيد، لا يزال في ذريته
من بعد الله ويعبد. اخرجه ابن المنذر وشم قال وقال ابن جرير في الآية
في عقب ابراهيم: فلم يزل يعد في ذرية ابراهيم من يقول: لا اله الا الله!

اور حضرت امام احمد نے النہد میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین میں ہمیشہ چودہ شخص بہت ہیں جن کی بدولت عذاب و عذاب ہوتا رہا ہے۔

اور الخلال نے کتاب کرامات الاولیاء میں نوافذ سے نقل کیا کہ انھوں نے کہا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین ہاتھ یا نیا وہ ایسے افراد سے کبھی خالی نہ رہی جنکی بدولت زمین والوں سے عذاب و عذاب ہوتا رہا۔

اور ابن منذر سند صحیح کے ساتھ اپنی تفسیر میں بہ تحت آیت کریمہ ۱۔
 رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَرَبِّ
 ذُرِّيَّتِي الْاٰیہ (۱۸۶) | اے رب مجھے اور میری کچھ اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا۔۔۔۔۔

حضرت ابن جریر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا، اس دھاکي وجہ سے اولاد سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے کچھ لوگ ہمیشہ فطرت پرست رہے ہیں، اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہے۔

مکملہ اخیر کی تینوں حدیثوں میں نوح علیہ السلام کے بعد کی قید طرد ہوئی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے تمام انسان ہدایت پر تھے۔

بہر آئے اپنی سند میں، اور ابن جریر ابن منذر ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے اپنی اپنی تفسیروں میں، اور حاکم نے المستدرک میں صحت کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کے تحت،

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً | تمام لوگ ایک امت تھے۔

نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان دس قرن گزرے، وہ سب شریعت حقہ پر تھے، پھر جب اختلاف ہونا ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو مبعوث فرمایا۔ اور فرماتے ہیں کہ حضرت محمد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی فرات میں اس طرح ہے کہ وَكَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاُخْلِقُوا

قال وقول آخر: فلم يزل ناس من ذريته على الفطرة يعبدون الله تعالى
حتى تقوم الساعة. وأخرج عبد بن حميد عن الزهري في الآية
قال: العقب ولده الذكور والإناث وإدلال المذكور.
وأخرج عن عطاء قال: العقب ولده وعصبته.

الآية الثاني قوله تعالى: وأذ قال إبراهيم رب اجعل هذا
البلد آمناً واجنبني ونبيي أن يعبد الأصنام.

وأخرج ابن جرير وفي تفسيره عن مجاهد في هذه الآية قال:
فاستجاب الله لإبراهيم دعوته في ولده فلم يعبد أحد من ولده
صنماً بعد دعوته في ولده واستجاب الله له وجعل هذا البلد آمناً
وأرزق أهله من الثمرات وجعله أمماً وجعل من ذريته من يقيم
الصلاة. وأخرج البيهقي في "شعب الإيمان" عن وهب بن منبه:
أن آدم عليه السلام لما اهبط إلى الأرض استوحش. فذكرو الحديث
بطوله في قصة البيت المحرام، وفيه من قول الله لأدم في حق إبراهيم
عليهما السلام: واجعله أمة واحدة فانتا يا مري داعياً إلى سبيل
اجتبيته وأهديه إلى الصراط المستقيم، استجيب دعوته في ولده
وذريته من بعده، واشفعه فيهم واجعلهم أهل ذلك البيت و
ولائه وحماته. الحديث. هذا الأثر موافق لقول مجاهد المذكور
أنفاً، ولا شك أن ولاية البيت كانت معروفة بإجداد النبي صلى
الله عليه وآله وسلم خاصة دون سائر ذويه إبراهيم إلى أن انتزعها
منهم عمرو بن لوحي ثم عادت إليهم، فعرف أن كل ما ذكر عن ذرية
إبراهيم من خير فإن أولى الناس به سلسلة الأجداد الشريفة الذين

اور ابوعلی، طبری، اور ابن ابی حاتم نے سند صحیح کے ساتھ یہ تحت آیت کیا ہے۔
 إِنَّ النَّاسَ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ حَضَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا سَئَلَ فَقَالَ كَيْفَ كُنْتُمْ
 إِذَا رَأَيْتُمْ سَبَّابِينَ دِينَاسَ سَلَامٍ بِرَحْمَتِهِ۔

اور حضرت ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اسی آیت کریمہ کے
 تحت نقل کیا کہ آنحضرتؐ فرمایا میں بتایا گیا ہے کہ حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام
 کے درمیان دس قرن کا فاصلہ تھا، اور وہ سب کے سب ہایت اور شریعتِ حقہ پر
 قائم تھے۔ پھر جب اسکے بعد اختلاف رونما ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام
 کو مبعوث فرمایا، وہ پہلے رسول تھے جنکو اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کیلئے رسول بنا کر بھیجا۔
 ابن سعد نے الطبقات میں دوسری سند کے ساتھ حضرت ابن عباس
 رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت آدم
 علیہ السلام تک جتنے آباء و اجداد گزرے، وہ سب دین اسلام پر تھے۔

اور ابن سعد نے بسند سفیان بن سعید ثوریؒ وہ اپنے والد سے، وہ حضرت
 عکرمہ رضی اللہ عنہم سے نقل کیا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا حضرت آدم و نوح علیہما السلام
 کے درمیان دس قرن تھے، وہ سب کے سب دین اسلام پر تھے۔

قرآن کریم میں حضرت نوح علیہ السلام کے تذکرہ میں ہے کہ
 لَبَّيْكَ اَنْفَرَتَا فَاُولَئِكَ فَاُولَئِكَ فَاُولَئِكَ
 لَبَّيْكَ مَوْمِنًا اَللّٰهُ (پ۔ ۲۹ - سورۃ نوح)
 اسے رب مجھے اور میرے والدین کو اور جو
 میرے اہلیت میں مومن ہیں انہیں بخندے
 حضرت نوح علیہ السلام کے فرزند سام، اجماع اور لقہ قرآنی سے مومن تھے
 ایسے کہ انہوں نے اپنے والد کے ساتھ کشتی میں نجات پائی، اور کشتی میں اسی نے
 نجات پائی ہے جو سامان تھا۔ اور قرآن کریم میں ہے کہ :-

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمْ
 الْبَاقِينَ (پ۔ ۶ -)
 اور ہم نے نوح کی اولاد کو ہی باقی
 رہنے والا بنایا۔

خصوا بالاصطفاء وانتقل اليهم نور النبوة واحد ايده واحد فهم
 اولي بان يكونوا هم البعض المشاء اليهم في قوله: "رب اجعلني مقيم
 الصلوة ومن ذريتي". وأخرج ابن أبي حاتم عن سفيان بن عيينة
 انه سئل: هل عبد أحد من ولد اسمعيل الا صنم؟ قال: لا، الم
 تصح قوله: "واجتنبني وبني ان نعبد الاصنام؟"، قيل: فكيف أح
 يد خل ولدا سمحاق وسائر ولد ابراهيم؟ قال: لأنه دعا لاهل هذا
 البلد ان لا يعبدوا اذ اسكنهم اياه فقال: اجعل هذا البلد آمنا
 ولم يربح جميع البلد ان بذلك فقال: واجتنبني وبني ان نعبد الاصنام
 فيه، وقد خص اهله وقال: ربنا اني اسكنت من ذريتي بواد غير ذي
 زرع عند بيتك المحرم وبنا ليقوموا الصلوة، فانظر الى هذا الجواب
 من سفيان بن عيينة وهو احد الائمة المجتهدين وهو شيخ امامنا
 الامام الشافعي رضي الله عنهما، الآية الثالثة قوله تعالى حكاية عن
 ابراهيم على نبينا وعليه الصلوة والسلام: "رب اجعلني مقيم الصلوة
 ومن ذريتي". أخرج ابن المنذر عن ابن جريج في قوله: "رب اجعلني مقيم
 الصلوة ومن ذريتي" وقال: قلن ترأل من ذرية ابراهيم ناس على لفظة
 يعبدون الله تعالى. الآية الرابعة، أخرج ابو الشيخ في تفسيره عن زيد
 بن علي قال قالت سارة لما بشرتها الملائكة: "يوليتي ألد واذ عجزو
 له هو زيد بن علي بن الحسين بن علي رضي الله عنهم احد ائمة اهل البيت قال
 ابن جرير في "التقاة": "راى جماعة من الصحابة، قتل في اوائل صفر سنة
 اثنتين وعشرين دألة، وقال خليفة: سنة احدى رقبى مصلوبا الى سنة
 ست ولم تر له عودة ستر من الله تعالى، كما في خلاصة التهذيب.

بلکہ ایک اثر (حدیث) میں تو یہ ہے کہ سام نبی تھے۔ اسے ابن سعد نے
 حلیقات میں "زبیر بن بکارت" الموقنیات میں "ابو ابن عباس" نے اپنی تاریخ
 میں کبھی سے نقل کیا ہے۔ اور سام کے فرزند ارغشتہ کے بارے میں حضرت
 ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں تصریح ہے کہ وہ ایماندار تھے۔
 ابن عباس الحکم نے "تاریخ منیر" میں نقل کیا۔ اس میں ہے کہ ارغشتہ نے اپنے
 دار حضرت نوح علیہ السلام کو پایا، اور انھوں نے ان کے لیے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ
 اس کی اولاد میں ملک و نبوت رکھے۔ اور ارغشتہ کی اولاد سے تاریخ
 والدیاجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام تک ایک اثر میں تصریح آئی ہے کہ وہ سب ایماندار تھے
 اور ابن سعد نے "الطبیقات" میں بسند کبیری انا ابو صالح انا ابن عباس رضی اللہ عنہما
 نقل کیا کہ حضرت نوح علی نبینا وعلیہ السلوۃ والسلام جو وقت کشتی سے اترے تھے، تو
 وہ ایک قریہ میں اترے، ان کے ساتھ چنے افراد تھے ہر ایک نے ایک ایک گھوڑا
 اور آبادی کا نام رکھا "سوق الثمانین" (یعنی اسی آدمیوں کا بازار، چونکہ حضرت
 نوح علیہ السلام کے ساتھ اسی آدمی تھے) اور قابیل کی ساری اولاد غرق ہو گئی۔
 اور حضرت نوح علیہ السلام کے والدین حضرت آدم علیہ السلام تک سب کے سب
 دین اسلام پر تھے۔ پھر جب "سوق الثمانین" ان کی اولاد پر تنگ ہو گیا، تو پھر
 بابل کی طرف رخ کیا اور وہاں مکانات بنائے۔ پھر انکی اولاد کی کثرت ہوئی
 حتیٰ کہ ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔ وہ سب کے سب اسلام پر تھے، اور اسوقت تک
 سب اسلام پر قائم رہے جب تک کہ ان میں سے بابل میں نمرود بن کوس بن
 کنعان بن حام بن حضرت نوح علیہ السلام ان کا یاوشاہ بنا، اسوقت نمرود نے
 انکوتوں کی برتنش کی طرف بلایا اور وہ کہنے لگے۔ یہ اثر و حدیث کے لفظوں کا ترجمہ ہے
 حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدیاجد کی تحقیق
 اب ان تمام آثار و احادیث سے یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

هذا بعلي شيخا ان هذا الشيء عجيب، فقالت الملائكة ترد على سائرة: "أتعجبين من امر الله رحمة الله وبركاته عليكم اهل البيت انه حميد مجيد قال: فهو كقولته تعالى: وجعلها كلمة في عقبه"، فحمد صلى الله عليه وآله وسلم وآله من عقب ابراهيم عليه السلام وادخل في ذلك.

وقد اخرج ابن حبيب في تاريخه عن ابن عباس قال: كان عدنان و معد و ربيعة و مضر و خزاعة و اصله على ملة ابراهيم عليه السلام فلا تنكروهم الا بخير. وذكر ابو جعفر الطبري وغيره: ان الله ادعى الى ارميا ان اذهب الى نجت نصر و اعلامه اني قد سلطته على العرب، و امر الله ارميا ان يحتل معه معد بن عدنان على البراق كي لا يصيبه النقمة فاني مستخرج من صلبه نبيا كريما اختتم به الوسل؛ ففعل ارميا ذلك و احتل معد الى ارض الشام فنشأ مع بني اسرائيل ثم عاد بعد ان هدأت الفتن. و اخرج ابن سعد في الطبقات من مرسل عبد الله بن خالد قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: لا تسبوا مضر فانه كان قد اسلم. وقال السهيلي في الروض الأنف في حديث المروزي: لا تسبوا مضر و لا ربيعة فانهما كانا مؤمنين. قلت: دقت عليه مسندا.

اخرجه ابو بكر محمد بن خلف بن حبان المعروف بوكيع في كتاب الغرر من الاخبار قال: حدثنا اسحاق بن داود بن عيسى المروزي ابو يعقوب الشعرا في قال حدثنا سليمان بن عبد الرحمن الدمشقي قال حدثنا عثمان بن فائد عن يحيى ابن طلحة بن عبد الله عن اسمعيل بن محمد بن سعد ابن ابى رقاص عن عبد الرحمن بن كعب بن ابي بكر الصديق رضي الله عنهما عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال: لا تسبوا ربيعة و لا

کے اجداد حضرت آدم علیہ السلام سے نمرود کے زمانہ تک سب کے سب مومن
مسلمان تھے۔ اور نمرود کے زمانہ میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے
اب رہی آزر (بعض مفسرین پرست) کی حقیقت! لہذا اگر وہ حضرت ابراہیم
علیہ السلام کا باپ ہوتا، تو سلسلہ نسب میں اسکا استثناء کیا جاتا۔ اور اگر آزر
ان کا چچا ہے، تو ایسے استثناء کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس تفصیل سے میری
مراد یہ ہے کہ آزر، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہ تھا، جیسا کہ سلف
کی ایک جماعت بیان کرتی ہے۔

ابن ابی حاتم نے بنی فنیف سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بہ تحت آیت کریمہ
اِنَّ قَالِ اِنَّهُمْ لَآ یَسْبُوْهُ اَنْذَرُ | جب ابراہیم نے اپنے آپ کو آزر سے کہا
نقل کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام
کے والد کا نام آزر نہ تھا، بلکہ ان کا نام تارخ تھا۔

اور ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے متعدد سندوں سے جنہیں
بعض صحیح ہیں، بیان کیا کہ انھوں نے کہا کہ آزر، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا
باپ نہ تھا۔ اور ابن المنذر، بنی صحیح حضرت ابن جریج سے بہ تحت آیت کریمہ
وَاَنْذَرُ قَالِ اِنَّهُمْ لَآ یَسْبُوْهُ اَنْذَرُ نقل کیا کہ انھوں نے کہا کہ آزر، ان کا باپ نہ تھا
ان کا سلسلہ نسب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بن تیرخ یا تارخ بن شارخ
بن ناخر بن قاطم۔

اور ابن ابی حاتم، بنی صحیح حضرت سعدی (یعنی اسمعیل بن عبد الرحمن بن
ابن کریم سعدی المتوفی ۱۷۱ھ) سے نقل کیا کہ ان سے کسی نے پوچھا، کیا حضرت
ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر تھا؟ انھوں نے جواب دیا، نہیں!
ان کا نام تارخ تھا۔ اور انھوں نے من حیث البیغ وجوباً لئلا کہ اہل عرب لفظ
اب کو عام طور پر باپ اور چچا دونوں کے لیے بولا کرتے ہیں اور یہ اسکا نام دیا، اگرچہ چچا

مضر فانهما كانا مسلمين . وأخرج بسند عن عائشة رضي الله عنها ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال : لا تسبوا قيسا وضبة فانهم كانوا مسلمين . وأخرج بسند عن ابن عباس رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم : لا تسبوا قيسا فانه كان مسلما . ثم قال السهيلي : ويدكر عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم انه قال : لا تسبوا الياس فانه كان مسلما مؤمنا ، وذكر انه كان يسمع في صليبه تلبية النبي صلى الله عليه وآله وسلم بألحج .

قال : وكعب بن لؤي اول من جمع يوم العروبة ، وقيل : هو اول من سماها الجمعة ، فكانت قرىش يجتمع اليه في هذا اليوم فيخطبهم دين كرههم بمبعث النبي صلى الله عليه وآله وسلم ويعلمهم انه من ولداه ويأمرهم باتباعه والايان به ويتشد في هذا اليوم تأمنا بآية يا ليتني اشاهد نوحا ودعوته اذا قرىش تريد الحق حذرا قال : وقد ذكر المادودي هذا الخبر عن محمد بن كعب في كتاب "اعلام النبوة" انتهى . قلت : هذا الخبر أخرجه ابو نعيم في "دلائل النبوة" بسند عن ابي سلمة بن عبد الرحمن بن عوف وفي أخره وكان بين موت كعب وبعث النبي صلى الله عليه وآله وسلم خمس مائة سنة وستون سنة . والمادودي المذكور هو احد أئمة اصحابنا وهو صاحب "المأوى الكبير" له كتاب "اعلام النبوة" في هجدهم كثير القوائد وقد رايت له وسأقل منه في هذا الكتاب .

له هو الشيخ الامام ابو الحسن علي بن محمد المادودي الشافعي المتوفى سنة خمس مائة وأربع مائة ، له "اعلام النبوة" مشتملا على احد وعشرين بابا ، كما في "كشف الظنون"

قرآن کریم میں ہے اَمَّ كُنْتُمْ شُرَكَاءَ
مَنْ يَعْقُوبَ النَّوْتُ اِذْ قَالَ
لِي مَا الْعَيْدُ مِنْ بَيْنِ بَعْضِي قَالُوا
بَيْنَ الْهَلَاكِ وَالْآبَالِكِ اِبْرَاهِيمَ
وَاِسْمٰعِيلَ وَالْآلِيَةِ رَبِّ (۱۶۷)

بلکہ تم خود موجود تھے جب یعقوب کو ٹوٹا دیا
جبکہ اس نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بعد
کس کی پوجا کرو گے؟ بولے ہم پوجینگے اُسے
جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے آبا ابراہیم
و اسمعیل اور اسحاق کا۔

حضرت اسمعیل علیہ السلام پر لفظ ”آب“ کا اطلاق کیا گیا، حالانکہ وہ حضرت
یوسف علیہ السلام کے چچا تھے، جس طرح کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اطلاق
کیا گیا، حالانکہ وہ دادا تھے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ وہ
باتے تھے کہ اَجَدُّ آبٌ یعنی دادا باپ ہے، اور یہ آیت تلاوت کی قَالُوا
بَيْنَ الْهَلَاكِ وَالْآبَالِكِ - الآلِیَةِ

اور ابوالعالیہ سے یہ حدیث آیت کریمہ وَالْآبَالِکِ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ
ہی ہے کہ انھوں نے کہا کہ چچا کو باپ کہا گیا۔

اور محمد بن کعب قرظی سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا اَلْخَالَ وَالْاِیْدِ
اَلْعُمُّ وَالْاِیْدِ، یعنی ماموں کو باپ اور چچا کو باپ کہا جاتا ہے پھر یہ آیت کریمہ کی
تفسیر اس بابے میں سلف صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کے یہ اقوال ہیں
اور اس روایت سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے جسے ابن المنذر نے اپنی تفسیر میں

منہج صحیح، حضرت سلیمان ابن صرود (ابن الجون خزاعی صحابی قتل ۷۸ھ) سے
روایت کیا کہ انھوں نے کہا کہ جب منہجیوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ
میں ڈالنے کا ارادہ کیا، تو انھوں نے لکڑیاں جمع کر لی شروع کر دیں، حتیٰ کہ
وادی عورتوں نے بھی لکڑیاں جمع کیں۔ پھر انھوں نے قصد کیا کہ حضرت ابراہیم
علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیں، تو آپ نے کہا (حَسْبِيَ اللّٰهُ وَلِعَنَ الْاَوْکِیْلَ

فحصل مما اوردناه الى آباء النبي صلى الله عليه وآله وسلم من عهد ابراهيم الى كعب بن لؤي كانوا كلهم على دين ابراهيم عليه السلام وولده مرة بن كعب الظاهر انه كان كذلك لان آباءه اوصاه بالايمان وبقى بينه وبين عيد المطلب اربعة آباء وهم: كلاب وقصى وعيد منات وهشام، ولم اظفر فيهم بيقول لا بهذا ولا بهذا.

واما عيد المطلب ففيه ثلاثة اقوال، احدها وهو الاشبه: انه لم تبلغه الدعوة، لاجل الحديث الذي في البخاري وغيره.

والثاني: انه كان على التوحيد وصلة ابراهيم، وهو ظاهر عموم قول الامام نحو الدين وما تقدم عن مجاهد وسفيان بن عيينة وغيرهما في تفسير الايات السابقة. والثالث: ان الله اجباه بعد بعثة النبي صلى الله عليه وآله وسلم حتى امن به واسلم ثم مات، حكاه ابن عبيد الناس، وهذا الضعف الاقوال واسقطها وادهاها لانه لا دليل عليه ولم يرد حديث قط في حديث لا ضعيف ولا خيرة ولا قال بهذا القول احد من ائمة السنة، انما حكوه عن بعض الشيعة ولهذا اقتصروا غالب المصنفين على حكاية القولين الاولين وسكتوا عن حكاية الثالث لان خلاف الشيعة لا يعتد به. قال السهيلي في الروض الاخر وفي الصحيح ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم دخل على ابى طالب عند موته وعنده ابو جهل وابن ابى امية وقال: يا عم اقل: لا اله الا الله كلمة اشهد لك بها عند الله: فقال له ابو جهل وابن ابى امية: اترغب عن ملة عيد المطلب؟ فقال: انا على ملة عيد المطلب.

قال: وظاهر هذا الحديث يقتضي ان عيد المطلب مات على التوحيد.

محکم اللہ کافی ہے، کتنا اچھا وکیل ہے۔ پھر جب انہوں نے آپ کو آگ میں
دیا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا نادر کوئی بزدل اور سلا ماعلیٰ ابیہم
آگ تو ابراہیم پر پڑی تھی سلامتی والی ہو جاوے اس وقت آپ کے چچا نے کہا
من اجلی دفع عنہ (میری وجہ سے وہ آگ سے محفوظ رہے) پھر اللہ تعالیٰ نے آگ
کا شرارہ بجھا، جو آپ کے پاؤں پر پڑا، اور اُس نے اُسکو جلا دیا۔

لہذا یہ اثر تصریح کرتی ہے کہ آنحضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا۔
اس میں اور بھی فوائد ہیں، مثلاً یہ کہ آنحضرت ابراہیم علیہ السلام کے
آگ میں ڈالے جانے کے دنوں میں ہلاک ہو گیا تھا۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ
نے قرآن میں اسکی خبر دی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے لیے طلبِ غفر
کر فرمادی تھی جب یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ دشمنِ خدا ہے۔ اور اس بات میں اتنا
حادثہ، اور وہیں کہ یقیناً آپ پر ظاہر ہو گیا تھا جبکہ وہ حالتِ شرک میں مرا، اور
یہ کہ آپ نے اس کے بعد کبھی اُس کے لیے مغفرت کی دعا نہ کی۔

اور ابن ابی حاتم بسند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے
ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، آنحضرت کے لیے مرنے کے وقت
دعا کی مغفرت مانگی، اور جب آپ پر ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے،
پھر اُس کے لیے استغفار نہ کی۔

اور محمد بن کعب، قتادہ، مجاہد اور حسن وغیرہ سے تخریج کی گئی ہے کہ
وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے چچا آنحضرت کی زندگی میں اصلاح کی
امید رکھتے تھے، پھر جب وہ شرک پر مگر گیا، تو آپ اُس سے بیزار ہو گئے۔
اس کے بعد یعنی آگ میں ڈالے جانے کے بعد شام کی طرف آپ نے ہجرت فرمائی۔
جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت فرمائی۔ پھر ہجرت کے کچھ عرصہ
بعد مقرر تشریف لائے، اور اس سفر میں آپ کو جابر حاکم کے واقعہ کا اتفاق ہوا، جو کہ

قال: ووجدت في بعض كتب المسعودي اختلافا في عيد المطلب انه قد قيل فيه: مات مسلما لما رأى من الدلائل على نبوة محمد صلى الله عليه وآله وسلم وعلم انه لا يبعث الا بالتوحيد - قاله اعلم، غير ان في "مسند البراءة" وكتاب النسائي من حديث عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال لفاطمة رضي الله عنها وقد عزت قوما من الانصار: لعلك بلغت معهم الكدي؟ فقالت: لا، فقال: لو كنت بلغت معهم الكدي ما رايت الجنة حتى يراها جد ابيك.

قال: وقد اخرج ابو داود ولم يذكروا فيه: حتى يراها جد ابيك. قال: وفي قوله: جد ابيك، ولم يقل: جدك، تقوية للحديث المصنف الذي قد صنف ذكره ان الله احب اياه وامه وامنا به - قاله اعلم، قال: ويحتل انه اذ ادخول فيها بذلك لان قوله صلى الله عليه وآله وسلم حتى دبلوها معهم الكدي لا يوجب خلودا في النار. هذا كله كلام السهيلي بحروقه. وقال الشهرستاني في الملل والنحل: ظهر نور النبي صلى الله عليه وآله وسلم في اساور عبد المطلب بعض الظهور، وببركة ذلك النور الهم النور في ذميج ولده، وببركته كان يأمرونه بترك الظلم والبغى ويحترمون على مكارم الاخلاق وينهاهم عن ذنوبات الامور، وببركة ذلك النور كان يقول في وصايا له: انه لن يخرج من الدنيا ظلم حتى ينتقم منه وتصيبه عقوبة - الى ان هلك وجعل الله لم تصيبه عقوبة، فليل لعبد المطلب في ذلك، ففكر في ذلك فقال: والله! ان وراء هذه الدار دار يجزي فيها المحسن باحسانه ويعاقب فيها المسيئ باسأته، وببركة ذلك النور قال لا برهة: ان هلسنا

حضرت سارہ کے سبب سے پیش آیا تھا۔ اور حضرت ہاجرہ نے آپ کی خدمت کی پھر شام کی طرف لوٹے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم فرمایا کہ ہاجرہ اور اپنے فرزند حضرت اسمعیل (علیہ السلام) کو مکہ مکرمہ منتقل کر دیں۔ چنانچہ آپ نے انکو منتقل فرما کر دعا مانگی، اور دعا میں کہا:-

اے میرے رب میں نے کچھ اولاد لیکے ادی میں بسائی جس میں کھیتو نہیں ہوئی، (یہاں تک کہ) اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي
بُحَارَ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ (الی قولہ)
رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ
وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ
(سج ۱۸ - ۶)

آپ کا یہ دعا مانگنا اپنے چچا کے ہلاک ہونے کے طویل عرصہ کے بعد ہے۔ لہذا اس سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم میں جو کفر کا ذکر فرمایا گیا، اور آپ کا انتظار سے تبری بتائی گئی، وہ اپنے چچا آزر کیلئے تھی، نہ کہ اپنے والدِ حقیقی کیلئے۔ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ عَلَى مَا لَمْ آئِبْنِ سَعْدُ نے ”الطبقات“ میں کلمی سے روایت کی کہ انھوں نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سینتیس سال کی عمر میں بابل سے شام کی طرف ہجرت فرمائی چنانچہ مقام حران میں مدت تک اقامت فرمائی۔ اسکے بعد اردن تشریف لائے وہاں بھی مدت تک اقامت فرمائی۔ پھر مصر تشریف لیگے وہاں بھی ایک عرصہ اقامت فرمائی۔ پھر شام کی طرف لوٹے، تو زمین سترج میں جو ایلبار اور فلسطین کے درمیان واقع ہے قیام کیا۔ پھر حبشہ وہاں کے کچھ لوگوں نے آپ کو ایذا دی تو ان سے گدخ پھیر کر رملہ اور ایلبار کے درمیان اقامت فرمائی۔

اور ابن سعد نے واقعی (یعنی حمزہ بن عمر بن قحطانی) واقعی مدنی قحطانی بغدادی المتوفی بختمہ سے روایت کیا کہ انھوں نے بتایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جو وقت حضرت اسمعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس وقت آپ کی عمر نوے سال

البيت ربا يحفظ ، ومنه قال وقد سعد ابا قبيس :
 لا هم ان المرء يمتع رحله فامنع حلاك
 لا يغلبن صليبهم ومحالهم عدواً لك
 فانصر على آل الصليب وعابديه اليوم لك
 انتهى كلام الشهرستاني .

ومتنا سقى ما ذكره ما أخرجه ابن سعد فى طبقاته عن ابن
 عباس رضى الله عنهما : كانت الدية عشرة امان الابل وعية
 المطلب اول من سن دية النفس مائة من الابل ، فجرت فى
 قریش والعرب مائة من الابل اقروها رسول الله صلى الله عليه
 وآله وسلم . وينضم الى ذلك ان النبى صلى الله عليه وآله وسلم
 انتسب اليه يوم حنين فقال :

انا النبى لا كذب انا ابن عيم المطلب

وهذا اقوى ما يقوى به مقالة الامام فخر الدين ومن وافقه
 لان الاحاديث وردت فى النهى عن الانتساب الى الاء الكفار .

وروى البيهقى فى الشعب من حديث ابى بن كعب ومعاذ بن
 جبل : ان رجلين افتسيا على عهد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
 فقال احدهما : انا فلان بن فلان انا فلان بن فلان ، فقال رسول الله
 صلى الله عليه وآله وسلم : انتسب رجلا على عهد موسى فقال احدهما :
 انا فلان بن فلان الى تسعة ، وقال الاخر : انا فلان بن فلان الاسلام
 فادحى الله الى موسى : هذان المنتسان . اما انت ايها المنتسب الى تسعة
 له وفى نسخة : ايدى .

کی تھی۔ لہذا ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ واقعہ ناکہ کے بعد بابل سے ہجرت کرنے، اور مکہ مکرمہ میں مذکورہ دعائے ناکہ کے درمیان کا زمانہ تقریباً کچھ اوپر پچاس سال کا ہے۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل علیہما السلام کی اولاد میں توحید پر ہمیشہ رہی۔ امام شہرستانی "الملل والنحل" میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین قائم رہا۔ اور عرب کے سینوں میں توحید پر قریب رہی۔ سب سے پہلے جس نے اسے بدلا، اور بت پرستی کی بنیاد ڈالی وہ عمرو بن لُحی تھا میں کہتا ہوں کہ یہ بات درست و صحیح ہے، کیونکہ بخاری و مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں عمرو بن لُحی خزاعی کو دیکھ رہا ہوں کہ اسکی آنکھوں کو آگ کی گہرائیوں میں کھینچا جا رہا ہے اس نے بتوں کے نام پر جانوں کو چھوڑا اور امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں روایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت کرتے ہی کہ آپ نے فرمایا، جس نے سواشب اور بت پرستی کی بات کی وہ ابوہریرہ عمرو بن عامر سے اور میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ اسکی آنکھوں کو آگ میں کھینچا جا رہا ہے۔

اور ابن اسحاق و ابن جریر اپنی تفسیروں میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عمرو بن لُحی بن قحطہ بن جذب کو دیکھ رہا ہوں کہ اسے آگ کی گہرائیوں میں کھینچا جا رہا ہے کیونکہ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے دین ابراہیمی میں تغیر و تبدل کیا۔ اور ابن اسحاق کے لفظ ہیں کہ یہی وہ شخص ہے جس نے حضرت اسمعیل کے دین کو بدلا، اور بتوں کا رواج دیا۔ مجبور کو قائم کیا، سایہ کو جاری کیا، و صیلہ کو مالایا، اور حاجی کی حمایت کی۔ اس روایت کی اور بھی اسناد ہیں۔

اور نیز اپنی مسند میں مسند صحیح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

أبأى في النار! قامت عاشرهم في النار، وأما أنت أيها المنتسب إلى اثنين!
قامت ثالثهما في الجنة. وروى البيهقي أيضاً عن أبي ديجانة عن النبي صلى
الله عليه وآله وسلم قال: من انتسب إلى تسعة أباء كفار يزيد بهم
عزاً وشرفاً فهو عاشرهم في النار. وروى البيهقي أيضاً عن ابن عباس -
رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال: لا
تفتخروا بأبائكم الذين ماتوا في الجاهلية فوالذي نفسي بيده!
لما يدحرج الجعل بانفه خير من أبائكم الذين ماتوا في الجاهلية.
وروى البيهقي أيضاً عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى
الله عليه وآله وسلم قال: إن الله قد أذهب عنكم عبية الجاهلية
ونحوها بالآباء، لينتهين اقوام يفتخرون برجال انما هم فحم من فحم جهنم أو
ليكونن اهون على الله من الجعلان التي تدفع النتن بانفها.

والأحاديث في ذلك المعنى كثيرة، وأوضح من ذلك في التقرير أن البيهقي
أورد في "شعب الإيمان" حديث مسلم: أن في امتي أديماً من أمراء الجاهلية
ليسوا بداركين: الفخر في الأحساب - الحديث.

وقال عقبه: وإن عورض هذا الحديث النبي صلى الله عليه وآله وسلم
في اصطفاء بني هاشم فقد قال الحلبي: لم يريد بذلك الفخر، إنما أراد تعريف
منازل المذكورين ومواقعهم كرجل يقول: كان إلى قفها، لا يريد به الفخر
وإنما يريد به تعريف حاله دون ما عداه، قال: وقد يكون أراد به الإشارة
بفضلة الله عليه في نفسه وأبائه على دجه الشكر، وليس ذلك من الاستطالة.

وفي النهاية: (ومنه الحديث) لما يدحرج الجعل بانفه خير من الذين ماتوا في
الجاهلية هو الذي يدحرجه من المرجين (والحديث الآخر) كما يدحرج الجعل
النتن بانفه.

وہ بیان کرتے ہیں، حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد لوگ اسلام پر قائم تھے، مگر شیطان انہیں بُرائی پر اُکساتا رہا، وہ چاہتا تھا کہ یہ اسلام سے برگشتہ ہو جائیں، یہاں تک کہ وہ تبلیہیہ دخل انداز ہو گیا، اور تبلیہ کے الفاظ یہ بنادیئے **لَا شَرِيكَ لَكَ إِلَّا مَا يَشْرِكُكَ هَؤُلَاءِ تَمْلِكُهُ وَمَمْلَكَةٌ**۔ یعنی حاضر ہوں حاضر ہوں تو کوئی شریک نہیں صرف وہی شریک ہے جو تیری ملکیت کا مالک ہے۔“ فرماتے ہیں کہ وہ اس پر قائم رہے یہاں تک کہ اسلام سے شرک کی طرف چلے گئے۔

اور اسماعیل **الرَّوْحُ الْأَقْبَقُ** میں فرماتے ہیں کہ وہ عمرو بن لُحی تھا، جو وقت کہ قبیلہ خزاعہ نے خانہ کعبہ پر تسلط جمایا، اور وہاں کے لوگوں کو مکہ سے دور کر دیا، اور اہل عرب پر شہود کو جاری کیا، یہ فری بات اُنکی شریعت میں نہ تھی۔ مگر وہ اسے تیزی سے لینے لگا کیونکہ وہ موسم حج میں کھانا کھلاتا، اور کپڑا پہناتا تھا۔ اور ابن اسحاق نے بیان کیا کہ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے حرم میں بتوں کو داخل کیا اور لوگوں کی عقلی پوجا پر اُکھا دیا اور حضرت اسماعیم علیہ السلام کے زمانہ سے تبلیہ کے الفاظ یہ تھے **لَبِيكَ اللَّهُمَّ لَبِيكَ** **لَا شَرِيكَ لَكَ لَبِيكَ**“ یہاں تک عمرو بن لُحی جب یہ تبلیہ شروع کر دیا، تو شیطان ایک بزرگ صورت بن کر اسکا ساتھ بن گیا اعلیٰ کہنے لگا، جبکہ عمرو نے **لَبِيكَ لَا شَرِيكَ لَكَ** کہا، تو بزرگ صورت شیطان نے اُمنافہ کیا کہ **إِلَّا شَرِيكَ هَؤُلَاءِ**“ عمرو نے اس کا افکار کیا اور کہا **وَمَا خُذْنَا**“ یعنی یہ کیا ہے؟ اس پر بزرگ صورت شیطان نے کہا یوں کہو **تَمْلِكُهُ وَمَمْلَكَةٌ**“ (یعنی وہ تیرا شریک جو تیری ملکیت کا مالک ہے) کیونکہ اس کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، پھر عمرو نے بھی یہی کہا، اور عرب کا طریقہ بن گیا۔ انتہی، یعنی اسماعیل کا کلام ختم ہوا۔

اور حافظ عماد الدین بن کثیر رحمۃ اللہ اپنی تاریخ میں بیان کرتے ہیں کہ عرب دین ابراہیمی پر قائم تھے، یہاں تک کہ عمرو بن عامر فرما دیا کہ تم کو حکم بنا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد سے خانہ کعبہ کی تولیت چھین لی، تو عمرو بن عامر فرما دیا کہ

والفخر شيء انتهى، فقله: اراد تعريف منازل المذكورين ومواقفهم او الاشارة
 بنعمة الله عليه في نفسه وآياته على وجه الشكر فيه، تقرية لمقالة الامام
 فخر الدين واجرائها على عمومها، كما لا يخفى اذا الاصطفاؤ لا يكون الا
 لمن هو على التوحيد. ولا شك ان الترجيح في عيب المطلب بخصوصه
 عسير جدا لان حديث البخاري وهو الذي فيه منع ابو جهل ابا طالب
 من الايمان يستدل لملحة عيب المطلب مصادم قوي، وان اخذ في
 تأويله لم يوجد تأويل قوي، والتأويل البعيد ياباه اهل الاصول؛
 ولهذا الماد أي اليه في تصادم الأدلة لم يقدر على الترجيح فوقف قائلاً
 اعلم. وهذا يصلح ان يعد قولاً رايافيه وهو الوقف، واكثر ما
 خطر لي في تأويل الحديث وجهان بعيدان فتركهما. واما حديث الناس
 فتأويله قريب وقد فتح السبيلي يابه وان لم يستوف، واما سهل الترجيح
 جانب التأويل فسهل المصير اليه. والله اعلم.

ثم رأيت الامام ابا الحسن الماوردي اشار الى نحو ما ذكره الامام
 فخر الدين الا انه لم يصرح كصرحي فقال في كتابه "اعلام النبوة" لما
 كان انبياء الله صفوة عبادته وخيرة خلقه لما كلهم من القيام بحقه
 والارشاد لخلقهم استخلصهم من اكرم العناصر واجتباهم بحكم الاوامر
 فلم يكن لنفسهم من قدح ولمنصيرهم من جرح ليكون القلوب اصغى و
 النفوس لهم اوطأ فيكون الناس الى اجابتهم اسرع ولا وامرهم اطوع
 وان الله استخلص رسول الله عليه واله وسلم من اطيب الملائكة و
 حماة من دس الفواحش ونقله من اصلاب طاهرة الى رحام نزهة
 وقد قال ابن عباس في تأويل قول الله تعالى: "وتقبلني في السجود"

بت پرستی رائج کی، اور سوائے وغیرہ دینیاں عرب میں پھیل گئیں، اور تبلیہ میں
 مد لیتیک لا شریک لک لیلک کے بعد اضافہ کیا کہ ”الا شر دیک اھولک تملاک و مالک“
 یہ پہلا شخص ہے جس نے یہ کہا ہے، اور اہل عرب نے شرک میں اسکی پیروی کی ہے۔
 اسکے بعد وہ قوم لوح اور گزشتہ تمام امتوں کے مشابہ بن گئے۔ ان میں سے کچھ لوگ
 حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر مائل رہے۔ اور خانہ کعبہ کی تولیت کی مدت
 جس پر خزانہ قابل رض رہے قین ستویس بنی۔ انکی تولیت بڑی بد بختی کی تھی۔ یہاں تک کہ
 بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے قصصی آئے، انھوں نے ان سے جنگ کی
 اور عمار سے عرب سے ان سے جنگ کے لیے مدد مانگی، اور خزانہ کے قبضہ سے تولیت
 چھین لی۔ لیکن اہل عرب اس رسم بد سے جسے عمرو بن عامر قرطبی نے بت پرستی وغیرہ
 کی عادت ڈال دی تھی، نسلوٹ سکے، کیونکہ انھوں نے اسکی نفسہ الیسا دین جان
 رکھا تھا جس میں تغیر جائز نہ جانتے تھے۔ انتہی

لہذا ثابت ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آبا کریم، حضرت ابراہیم
 علیہ السلام کے زمانہ سے عمرو بن عامر کے زمانہ تک بالیقین سب کے سب مومن و
 مسلمان تھے۔ اب ہم اسکے بعد باقی حضرات پر قدر سے مناسب وضاحت کے اضافہ
 کے ساتھ بحث کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اودانکے بعد والوں کے
دوسری بحث | بارے میں اس مسلک مذہب کی تائید و نصرت کیلئے کچھ آیات احادیث و
 پہلی آیت :- جو سب سے زیادہ صریح ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی
 قوم سے فرمایا میں بیزار ہوں تمہارا معبودوں
 سے سو اس کے جس نے مجھے پیدا کیا کہ ضرور وہ بت
 جلد مجھے راہ دیکھا اور اسے اپنی نسل میں پائی گا اور کما

وَلَقَالَ اِبْرٰهٖمُ لِاٰبٖيْهِ وَقَوْمِهٖ اِنِّیْ
 بَوَّاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ
 فَاِنَّہٗ سَیہْدِیْنِ وَجَعَلَنَا کَلِمَةً بَاقِیَةً
 فِیْ حَقِّیْہِ الْاٰیۃ (پ۔ ع)

أي تقليدك من أصلاب طاهرة من أب بعد أب إلى أن جعلك نبيا،
فكان نورا للنبوة طاهرا في أبائه. ثم لم يشركه في ولادته من أبويه
أخ ولا أخت لأنها صفتان هما إليه وتصور نسبهما عليه ليكون مختصا
بتسبب جعله الله للنبوة غاية ولتفردة نهاية فيزول عنه أن يشركه
فيه ويماثل مثله، فلذلك مات عنه أبواه في صغره، فأما أبوه فمات و
هو حمل، وأما أمه فماتت وهو ابن ست سنين؛ وأذا أخبرت حال شيء
وعرفت طهارة مولده علمت أنه سلالة آباء كرام، ليس في أبائه
مسترذل ولا مغرور مسبل بل كلهم سادة قادة؛ وشرف النسب و
طهارة المولد من شروط النبوة انتهى كلام الماوردي بحمد الله.
وقال أبو جعفر النخاس في معاني القرآن في قوله تعالى "وتقليدك
في الشجدين"؛ روى عن ابن عباس أنه قال: تقليدك في الظهور
حتى أخرجه نبيا؛ وما أحسن قول الحافظ شمس الدين بن ناصر
الدين الدمشقي:

أشعار

تنقل أحمد نورا عظيما تدرأ في جباه الساجدين
تقلب فيهم قرنا فقرنا إلى أن جاء خير المرسلين

وقال أيضا:

حفظ الأئمة كرامة لمحمد أباءة الأئمة وصونا لأسمه
تركوا السفاح فلم يصيبهم عار من آدم وإلى أبيه وأمه

له هو أبو جعفر أحمد بن محمد النخاس النحوي لم يمت في سنة ثمان وعشرين و
ثلاث مائة ..

عبدالبن حمیدؑ اپنی تفسیر میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بہ تحت آیت کریمہ **وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ** نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا **لا اله الا الله** باقیہ فی عقب ابنہم۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد اول میں لا اله الا الله باقی رہا۔

اور عبدالبن حمیدؑ ابن جریرؑ اور ابن المنذرؑ حضرت مجاہد سے بہ تحت آیت کریمہ **وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ** نقل کرتے ہیں کہ کلمہ باقیہ لا اله الا الله ہے اور عبدالبن حمیدؑ کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی یونس نے، انھوں نے شیخان سے انھوں نے قتادہ سے بہ تحت آیت کریمہ **وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ** وہ فرماتے ہیں کہ لا اله الا الله اور یونسؑ کی شہادت ہے، اور اسکے کہنے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد انکی اولاد میں ہمیشہ موجود رہے۔

اسی آیت کریمہ کے تحت حضرت عبدالرزاقؑ اپنی تفسیر میں بروایت معمرؑ حضرت قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا، یہ اخلاص و توحید ہے، اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اسکی عبادت کرنے والے آپ کی اولاد میں ہمیشہ موجود رہے۔ اس روایت کو ابن المنذرؑ نقل کر کے کہتے ہیں کہ ابن جریرؑ نے آیت کریمہ **عقب ابراہیم** میں فرمایا ہے کہ بعد میں نسل سیدنا ابراہیم علیہ السلام میں ہمیشہ اسکے کہنے والے رہے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ایک قول یہ ہے کہ نسل ابراہیمؑ میں کچھ لوگ فطرت پر ہمیشہ رہینگے، جو قیامت تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے۔

اسی آیت کریمہ کے تحت عبدالبن حمیدؑ نے زہریؑ سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا **عقب** سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل کے مرد و عورت اور اولاد کو کہے اور عطا سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا، انکی اولاد اور گھروں کے نسل کے لوگ ہیں وہ میری آیت کریمہ۔ **وَلَا ذَا ابْنِ اِبْرٰهٖمَ**
لَا تَجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اٰمِنِي
 اور یاد کرو یہ ابراہیمؑ نے عرض کی اسے
 میرے رب اس شہر کو امان والا کر دے

وقال الشريف البوصيري عليه صاحب "البردة" رحمه الله:

كيف ترقى رقيق الانبياء يا سماء ما طاولتها سماء
لم يساووك في علاك وقد حال سماء منك دونهم وسماء

انما مثلو اصفاك لك من كما مثل النجوم الماء

انت مصباح كل فضل فما تصد الاعين ضروك الاضواء

لك ذات العلوم من عالم الغيب ومنها لادم الاسماء

ولم تزل في ضاؤون الغيب تحتك ولك الامهات والاباء

ما مضت فترة من الوصال بشرت قومها بك الانبياء

تتياهي بك المعصور وتسمو بك علياء بعدها علياء

ويد الوجود منك كريمة من كريمة اياؤه كرماء

نسب تحصيل على مجلاة قلدتها نجومها الجوزاء

ومنها فهيتا به لامعة الفضل الذي شرفت به حواء

من الحواء انها حملت احدا او انها به نفساء

يوم نالت بوضعه ائنه ذهب من فخار ما لم تنلك انفساء

وانت قومها بافضل مما حملت قبل مريم العذراء

فائدة



قال ابن ابي حاتم في تفسيره: حدثنا ابي حاتم مرسى بن

له هو الشيخ شرف الدين ابو عبد الله محمد ابن سعيد الدلاصي ثم
البوصيري المتوفى سنة اربع وتسعين وست مائة، وقصيدته
الهمزية في المدائح النبوية سماها "ام القرى" وفي نسخة: الكون.

يَقِيْ اَنْ لَّعَنَتِ الْاَصْحٰمُ ۝

اولیہ (پہلا - ۱۸۶)

اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے
پہچنے سے بچا۔

اس آیت کریمہ کے تحت ابن جریر نے اپنی تفسیر میں مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ
کہ انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا آٹھ فرزندوں
کے بارے میں قبول فرمائی، اور ان کے فرزندوں میں سے کسی نے اس دعا کے بعد نبی نہ
ہو جوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے انکی دوسری دعا بھی قبول فرمائی، اور اس شہر تک کہ اسکی
قریب آیا، اور انکی اہل کو بچاؤں کا رزق عطا فرمایا، اور انھیں امام بنایا، اور
انکی نسل میں ایسے لوگ بھی بنے جو نماز کو قائم رکھنے والے تھے۔

اور امام بیہقی نے ”شعب الایمان“ میں حضرت قہیب بن منبہ سے نقل کیا
کہ حضرت آدم علیہ السلام جب زمین پر آئے تو انھیں وحشت پیدا ہوئی، پھر سید الخلق
کی قسم میں قبول حدیث بیان کی۔ اس میں ہے کہ آدم علیہ السلام سے حضرت ابراہیم
علیہ السلام کے بارے میں حق تعالیٰ نے فرمایا: **وَاِجْعَلْهُ اُمَّةً وَاحِدَةً قَانِتًا بِاَمْرِى**
وَاَعِثَّ اِلٰى سَبِيْلِ اِجْتَابِهٖ وَاصْدِقْ اِلٰى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ (اور بنا اسکو ایک
امت جو میرے حکم کو بجالانے والا، میری راستہ کی طرف ہلانے والا ہو، اسے
برگزیدہ کر کے میرے واسطے کی ہدایت فرما)۔ انکی یہ دعا ان کے بعد کی اولادوں
کے بارے میں قبول کی گئی، اور ان کے حق میں انکی سفارش مانی گئی، اور انکو اس کا نہ کبھکا
اہل بنایا، اور اس کا متولی و حامی بنایا۔ الحدیث

یہ روایت شروع میں مذکور مجاہد کے قول کے موافق ہے۔ اس میں یہ نہیں
کہ خاکہ کعبہ کی تولیت خصوصیت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد کے ساتھ
مشہور و معروف تھی، نہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تمام نسل کے ساتھ، یہاں تک
کہ عمر و خزاعی نے انہی سے چھینا، پھر یہ کہ بھی انہی کی طرف ملوثی۔
لہذا معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے جو کچھ افضلیت آ رہی ہے

ايوب لنصيبى حدثنا حمزة عن عثمان بن عطاء عن ابيه قال: بين النبي
صلى الله عليه وآله وسلم وبين آدم عليه السلام تسعة واربعون ايام.
الامر الثالث ان اردود في ام النبي صلى الله عليه وآله وسلم خاصة،
اخرج ابو نعيم في "دلائل النبوة" بسند ضعيف من طريق الزهري
عن ام سماع بنت ابي رهم عن امها قالت: شهدت امانة ام رسول
الله صلى الله عليه وآله وسلم في عنزها التي ماتت فيها ومحمد صلى الله عليه
وآله وسلم غلام يقع له خمس سنين عند رأسها فنظرت الى وجهه
ثم قالت:

يا ابن الذي من حومة الحمام	يا دك فيك الله من غلام
قودي غداة الضرب بالسهم	فجاءعون الملك المنعم
ان صبح ما ابصرت في المنام	بمائة من ابل سوام
من عند ذي الجلال والاكرام	قانت مبعوث الى الانام
تبعت بالتحقيق والا سلام	تبعت في الحل وفي الحرام
فالله ينهاك عن الاصنام	دين ابيك البر ابراهام

ان لا تواليها مع الاقوام

ثم قالت: كل حي ميت، وكل جديد يال، وكل كبير يقنى، وانا
ميتة وذكوى باق، وقد تركت خيرا وولدت طهرا، ثم ماتت وكنا
نسمع نوح الجن عليها نحفظنا من ذلك:

ذات الجمال لعقة الزبيبة	نيكى الفتاة اليرة الامينه
ام نبي الله ذى السكينه	زوجة عبد الله والقريينه
صارت لذي حقرتها وهيبه	وصاحب المتبرقي المديينه

ذکر کیا گیا ہے وہی اسکے اہل تھے، کیونکہ سب سے افضل حضرات، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد کرام کے سلسلہ کے ہی لوگ رہے ہیں، اور یہی حضرات برگزیدگی کے ساتھ خاص ہوئے اور انہی کی طرف نور نبوت کے بعد دیگرے منتقل ہوا، اور یہی حضرات اسکے نیاہ لائق ہیں کہ ان میں سے بعض حضرات فرمان الہی

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ۖ كَمَا مَثَرَا لِيهِ هُنَّ | اے رب مجھے اور میری نسل کے کچھ لوگوں کو نماز قائم رکھنے والا بنا۔

اور ابن ابی حاتم نے حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ان سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی نے بتوں کو پوچھا ہے؟ فرمایا، نہیں! کیا تم نے خدا کا یہ فرمان نہیں سنا کہ:-

وَاجْتَنِبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ لَعْنَدُوا الْأَصْنَامَ الْأَيُّهَا | اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔

کسی نے سوال کیا کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تمام اولاد کیوں داخل نہیں؟ فرمایا اس لیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس شہر مکہ کے رہنے والوں کے لیے دعائ مانگی کہ وہ بتوں کو نہ پوجیں، جبکہ انہی کی اولاد خاص اس شہر میں بس گئی اس وقت عرض کیا:-

اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ أَرْضًا | اس شہر کو ارض والا بنا۔
انھوں نے تمام شہروں کیلئے دعائ مانگی۔ پھر عرض کیا وَاجْتَنِبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ لَعْنَدُوا الْأَصْنَامَ (مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔ اسی تم کو میں ہے کہ انھوں نے اپنی اہل کو خاص کر کے عرض کیا:-

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي | اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک وادی میں بواہ غیر ذبی نہ رہا جہنم لیتے ہیں۔
ایسی جگہ میں نہیں ہوتی۔ برے قوت والے
الْحَرَمِ رَبَّنَا يُقِيمُوا الصَّلَاةَ الْأَيُّهَا | تمہارے پاس اے میرے رب اس لیے کہ وہ نماز قائم کریں

وانت ترى هذا الكلام منها صريحاً في النهي عن موالاة الاصنام مع الاقرار
 والاعتراف بدين ابراهيم عليهم السلام، ويعتد^{له} ولد ها الى الانام من
 عند ذي الجلال والاكرام بالاسلام، وهذه الاتفاق سافية للشرية و
 قولها: تبعت بالتحقيق، كذا هو في النسخة، وعندى الله تصديق واعاوه
 يا تخفيف، ثم الى استقرأت امهات الانبياء عليهم السلام فوجدت هن
 مؤمنات، قام اسحق وموسى وهارون وعيسى وموسى وسواء ام شيث
 عليهم السلام من كورات في القرآن بل قيل بنبوتهن، ووردت الاحاديث
 بايمانها جرام اسمعيل وام يعقوب وامهات اولاده وام دود سليمان
 وذكرى ويحيى وشمويل وشمعون وذى النفل عليهم السلام، ونقص بعض
 المفسرين على ايمان ام نوح وام ابراهيم عليهم السلام، ورجحه ابن
 حبان في تفسيره، وقد تقدم عن ابن عباس رضي الله عنهما: انه لم
 يكن بين نوح وادم عليهما السلام ولد كافر، ولهذا قال: "رب اغفر
 لى ولوالدى" ولعن دخل بيتى مؤمناً، وقال ابراهيم: "رب اغفر لى
 ولوالدى وللمؤمنين يوم يقوم الحساب"، ولزيتن رعن استغفار
 ابراهيم في القرآن الا اليه خاصة ودين امه، قبل على انها كانت مؤمنة
 واخرج الحاكم في المستدرک وصححه عن ابن عباس قال: كانت الانبياء
 من بنى اسرائيل الا عشرة: نوح وهود وصالح ولوط وشعيب ابراهيم
 واسماعيل واسحق ويعقوب وصمد عليهم الصلاة والسلام، وبنو اسرائيل
 كلهم كانوا مؤمنين لم يكن فيهم كافر الى ان امث عيسى فكفر به من كفره
 فامهات الانبياء الذين من بنى اسرائيل كلهم مؤمنات، وايضا قال
 له كذا، واعلم: يبعث - الله كذا -

ابن تمیم حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ سے اس حوالہ پر راجع کر دیا کہ یہ
 ایک الزام ہے مجتہدین اور ہمارے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے امام ابو یوسف میں رحمۃ اللہ علیہ
 تفسیری آیت کریمہ **وَاللّٰهُ تَعَالٰی** حضرت ابراہیم علیہ السلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
 دعا کو بیان فرماتا ہے کہ **رَبِّ اجْعَلْنِیْ** } اے رب مجھے اور میری نسل کو نسا
مَقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ (پہ ۴۸) } قائم کرنے والا بنا۔
 اس آیت کریمہ کے تحت ابن المنذرؒ حضرت ابن جریرؒ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں
 نے کہا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں سے کچھ لوگ ہمیشہ فطرت پرور رہے ہیں
 اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہے۔

چوتھی آیت کریمہ ۱۔ حضرت ابوالشیخ اپنی تفسیر میں حضرت زید بن علی (بن ابیہ)
 بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ حضرت
 سارہ نے کہا جبکہ فرشتوں نے اُن کو بشارت دی تھی کہ ۱۔

سارہ بولی ہلکے خرابی میرے بچہ ہوگا؟
 اور میں بوڑھی ہوں اور یہ ہیں میرے
 شوہر بوڑھے، بیشک یہ تو اچھے کی بات ہے
 فرشتوں نے کہا سارہ سے کہو کیا تم اللہ
 کے کام کا اجنبانہ کرتی ہو؟ اللہ کی رحمت
 اور اس کی برکتیں تم پر ٹھہروالوں پر بیشک
 وہی سب خوبیوں والا عزت والا ہے۔

قَالَ یٰ زَیْدُ یٰ زَیْدُ اَیَّدُ اَنَا عَجُوْزٌ
 وَ هٰذَا الْبُعْلُی شَیْخًا طَائِفًا هٰذَا
 شَیْخٌ عَجِیْبٌ ۝ (پہ ۴۶)

قَالُوا الْاَعْجَبِیْنَ مِنْ اَعْمَالِ اللّٰهِ وَ رَحْمَةِ اللّٰهِ
 وَ بَرَکَاتِهِ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ
 اِنَّهُ جَمِیْدٌ مُّجِیْدٌ ۝

(پہ ۴۷ - ۴۸)

اور حضرت زید موصوف الصمد فرماتے ہیں کہ یہی مطلب اللہ تعالیٰ کے ارشاد
وَجَعَلْنٰهَا کَلِمَةً بَّاقِیَةً فِیْ عَقِبِهِ | اور اُسے کلمہ باقیہ انکی نسل میں بنایا
 کہ ہے کہ محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عقب و
 نسل سے ہیں اور اس میں داخل ہیں۔

انبياء بني اسرائيل كانوا اولاد انبياء او اولادهم فان النبوة كانت
 تكون في سبط منهم يتناسلون كما هو معروف في اخبارهم. واما العشوة
 المذكورة من غير بني اسرائيل فقد ثبت ايمان ام نوح وابراهيم واسحق
 واسحاق ويعقوب، وبقي ام هود وصالح ولوط وشعيب عليهم السلام،
 يحتاج الى نقل او دليل، والظاهر ان شاء الله تعالى ايمانهم؛ فكذا لك
 ام النبي صلى الله عليه واله وسلم، وكان السر في ذلك ما بينه من النور
 وورد في الحديث: اخرج احمد والبراد والطبراني والحاكم والبيهقي
 عن العرياض بن سادية ان رسول الله صلى الله عليه واله وسلم قال:
 اتى عند الله تحاتم النبيين وان ادم لم يجدل في طينة، وسأخبركم
 عن ذلك دعوة ابراهيم وبشارة عيسى ورواها التي رأت. وكذا لك امها
 النبيين يرين وان ام رسول الله صلى الله عليه واله وسلم رأت حين خلقه
 نورا اضاءت له قصور الشام، ولا شك ان الذي رآته ام النبي صلى الله
 عليه واله وسلم في حال حملها به وولادته اله من الايات اكثر واعظم مما رآه
 ساواها انبياء، كما سبقنا الاخبار بذلك في كتاب المعجزات.
 وقد ذكر بعضهم: انه لم يرضعه مريضة الا اسلمت، قال: ومريضة
 ادبع: امه حليلة السعدية وثوبية دام ايمان. انتهى. فان قلت: فما تضمن
 بالاحاديث الدالة على كفرها وانها في النار؟ وهي حديث انه صلى الله
 عليه واله وسلم قال: ليت شعري ما فعل ابواي! فنزلت: ولا تسئل عن
 اصحاب الجحيم، وحديث انه استغفر لاه فضر ب جبرئيل في صدقه
 وقال: لا تستغفروا لمن مات مشركا. وحديث انه نزل فيها: ما كان للشي
 والذين امنوا ان يستغفروا للمشركين. وحديث انه قال: لا انبياء ليكره

اور ابن حبیب نے اپنی تاریخ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ عثمان، معاذ، ربیعہ، مضر، اور خزیمہ اور ان کے آباء واجداد ملت سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر تھے، اُن کو بھلائی کے ساتھ یاد کرو۔

اور ابو جعفر طبری وغیرہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارمیہ (علیہ السلام) کو وحی فرمائی کہ تم بخت نصر کے پاس جاؤ، اور اُسے بتادو کہ میں نے عرب پر تجھے غلبہ عطا کر دیا۔ (اداریمہ) (علیہ السلام) کو حکم فرمایا کہ وہ اپنے ساتھ سواری پر محمد بن حذاف کو لے جائے، تاکہ اُسے کوئی خرابی نہ پہنچے، کیونکہ میں اُسکے صلب (اُشت) سے عزت والا بنی پیدا کروں گا، اور اُس پر سلسلہ رسالت کو ختم کروں گا۔ چنانچہ ارمیہ (علیہ السلام) نے ایسا ہی کیا، اور معد کو ارض شام لے گئے، اور بنی اسرائیل کے ساتھ رکا۔ پھر فتوں کی درستگی کے بعد لوٹ آئے۔

اور ابن سعد نے ”الطبقات“ میں مرسلہ عبد اللہ بن خالد سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مضر کو بُرا نہ کہو، بیشک وہ سامان تھے۔ اور سہیلی ”الروض الاثقی“ میں مذکورہ حدیث میں کہتے ہیں کہ نہ مضر کو بُرا کہو، اور نہ ربیعہ کو، کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بات قابلِ اعتماد ہے۔

ابو بکر محمد بن خلف بن حبان المعروف بہ وکیع ”الغریب من الاخیار“ میں اسے نقل کر کے فرماتے ہیں، ہم سے اسحاق بن داؤد بن عیسیٰ مروزی الی یعقوب شعرائی نے حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہم سے سلیمان بن عبد الرحمن دمشقی نے حدیث بیان کر کے کہا کہ ہم سے عثمان بن قانہ، اُن سے یحییٰ بن طلحہ بن عبید اللہ اُن سے اسمعیل بن محمد بن سعد بن وقاص، اُن سے عبد الرحمن بن ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہم نے حدیث بیان کی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ ربیعہ اور مضر کو بُرا نہ کہو، کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے۔

امكن في النار فشق عليهما فداها فقال: ان اصر مع امكما.

قلت: الجواب ان غالب ما يردى من ذلك ضعيفا ولم يصح في امر
امر النبي صلى الله عليه واله وسلم سوى حديث انه استكن في الاستفا
لها تلم يؤذن له، ولم يصح أيضا في امه الاحديث مسلم خاصة: وسياق الحديث
عنه، واذا كان الحديث الذي ذكرته حديثا: لبيت شعري ما فعل ابراهيم
الزينة علم يخفي في شيء من كتب الاحاديث المعتمدة، وانما ذكره في بعض
النفائس ليس منقطع لا يحتاج بدخا يعول عليه، وارجئت ان تحتاج
بالاحاديث الالهية لعارضناك بحديث دا: اخوجه ابن الجوزي من
حديث علي رضي الله عنه مرفوعا: هبط جبرئيل على فقال: ان الله
يقولك السلام ويقول: اني حرم النار على صلب انزلك ونظن حملك و
جرك ذلك، ويكون من ياب معاوضة الواهي بالياهي الا ان لا تزي ذلك
ولا تحتاج به، ثم ان هذا السبب مردود بوجوده اخوى من جملة الاصول
والبلاغة واسرار البيان، وذلك ان الايات من قبل هذا الآية من
بعد ما كلمها في اليهود من قوله تعالى: يا ايها النبي اذكروا نعمتي التي
انعمت عليكم وادقوا بعهدي اوفت بعهدكم واياي قارهيون، الى
قوله تعالى: واذا ابتلي ابراهيم ربه، ولهذا اختتمت القصة بمثل صلوات
به وهو قوله: يا ايها النبي اذكروا نعمتي التي انعمت عليكم، (التي
قتبين ان المراد يا صحاب الجحيم كفا راهل الكتاب).

وقد ورد ذلك مصرحاً به في الاثر، اخراج عبيد بن حميد والفريابي
وابن جرير وابن المنذر في تفاسيرهم عن مجاهد قال: من اول البقرة
اربع ايات في نعم المؤمنين، وايتان في نعم الكافرين، وثلاث عشرة

اور اپنی سند کے ساتھ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہیں اور فقیہ کو برا نہ کہو، کیونکہ یہ سب سلمان تھے۔ اور اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فقیہ کو برا نہ کہو، کیونکہ وہ سلمان تھے۔ پھر سہیلی فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا کہ ایسا اس کو برا نہ کہو، کیونکہ وہ مسلمان و مومن تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ وہ اپنی اہستہ پیچھے کے موسم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تلبیہ کی آواز سنتے تھے۔

فرماتے ہیں کہ کعب بن لوی وہ پہلا شخص ہے جس نے ”یوم العروہ“ کا اتباع کیا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے اس دن کا نام ”الجمعة“ رکھا، کیونکہ تمام قریش اس دن آنے کے پاس جمع ہوتے، وہ انھیں خطبہ دیتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کی یاد دہانی کراتے تھے، اور وہ انھیں بتاتے کہ وہ نبی کریم اپنی اولاد میں سے ہونگے۔ اور انھیں حکم دیتے کہ وہ ان پر ایمان لاکر انکی پیروی کریں، اس خصوص میں انھوں نے چند اشعار کہے جن میں سے ایک یہ ہے۔
 یا یحییٰ شایعہ نجا دعوتہ ۛ اذا قریش توید الحق خلدا
 یعنی اس کا شایعہ میں اٹھی شکر کرتا موجود رہتا جبکہ قریش حق کو رسوا کرنا چاہتے تھے
 فرماتے ہیں کہ ماوردی نے بیان کیا ہے کہ یہ خبر محمد بن کعب سے کتاب ”اعلام النبوة“ میں ہے۔ ہاتھنی

میں کہتا ہوں کہ اس خبر کو ابو نعیم نے ”دلائل النبوة“ میں اسکی سند کیا ہے جو ابی سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف سے ہے نقل کیا ہے، اور اسکے آخر میں ہے کہ کعب کے انتقال اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے درمیان پانچ سو ساٹھ برس کا فاصلہ تھا۔ اور ماوردی مذکور ہمارے ائمہ کے شاکر دوں میں سے

آية في نعت المؤمنين، وإيمان في نعت الكافرين، وثلاث عشرة آية في
 المنفقين، ومن ادبعين آية الى عشرين ومائة في بني اسرائيل امارة
 صحيحة؛ وما يؤكد ذلك ان السودة مدنية واكثر ما خوطب فيها
 اليهود، وترشح ذلك من حيث المناسبة ان الحجيم اسم لما عظم من النار
 كما هو مقتضى اللغة والاقار. اخرج ابن ابي حاتم عن ابي مالك عن قوله
 تعالى: "اصحيا بالحجيم"، ما عظم من النار. اخرج ابن جزيروا بن المتذر
 عن ابن جريج في قوله تعالى: "لها سبعة ابواب"، قال اولها جهنم ثم لظى
 ثم الحطمة ثم السعير ثم سقر ثم الحجيم ثم الهاوية، قال والحجيم فيها
 ابو جهل. اسادة صحيح ايضا، قال لا ترق هذا المنزل من عظم كفره و
 اشد ذرعه وعائد عند الدعوة وبطل وحرث وحمد بعد علم، لا من هو
 بمظنة التحقيف؛ واذا كان قد صح في ابي طالب انه اهون اهل النار
 عند ابا القرايته منه صلى الله عليه وآله وسلم ديرة به مع ادراكه النار
 وامتناعه من الرجاية وطول عمره فما ظنك يا بويه الذين هما اشد منه
 قريبا واكد جأ وابطس عددا واقتصر عما! فماذا الله ان يظن بهما انهما
 في طبقة الحجيم وان يشد عليهما العذاب العظيم! هذا الا يفهمه من
 له ادنى ذوق سليم. واما حديث ان جبرئيل ضرب في صدره وقال
 لا تستغفر لمن مات مشركا، فان البراء اخرجيه يستدقيه من لا يعرف
 واما حديث نزول الآية في ذلك فتضعيف ايضا، والثابت في الصحيح
 انها نزلت في ابي طالب وقوله صلى الله عليه وآله وسلم له: لا تستغفرون
 لك ما لم انه عنك. واما حديث: ائمن مع اسكما، فاخرجه الحاكم في
 مستدركه وقال: صحيح؛ وشأن المستدرك في تساهله في التصحيح

ایک تھے جتنی ایک کتاب "الحادی الکبیر" ہے، اور دوسری کتاب "اعلام النبوة" ہے
یعنی کتاب میں اور بہت زیادہ فوائد ملی ہیں، میں نے اسے دیکھا ہے، اور قریب
اس میں سے کچھ میں اس کتاب میں بھی نقل کروں گا۔

جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے آباء و اجداد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے کعب بن لوی تک سب کے
سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھے، اور کعب کے فرزند مرثدہ بن کعب
ظاہر ہے کہ وہ بھی ایسے ہی تھے، کیونکہ ان کے والد نے انھیں ایمان کی وصیت و
تائید کی تھی۔ باقی رہی انکی اولاد اچو کہ عبدالمطلب تک، چار پٹنیں آباؤ کی ہیں، یعنی
کلاب، قحصی، عبدمناف، اور ہشام، ان کے بارے میں کسی نقل کرنے میں
کامیاب نہ ہوا، خدا اسلام پر نہ شرک پر۔

لیکن حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے بارے میں تین قول ہیں :-
ایک یہ کہ اشد یہ ہے کہ انھیں دعوت حق نہیں پہنچی، جیسا کہ اس حدیث سے
ظاہر ہے جو بخاری وغیرہ میں ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ تو عبد اور ملت ابراہیم ہی پر
تھے۔ یہ بات امام فخر الدین رازی، اور آیات سابقہ کی تفسیروں میں مجاہد اور
نضیان ابن عیینہ وغیرہ کے قول سے عام طور پر ظاہر ہوتی ہے۔ تیسرا قول یہ ہے
کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ فرمایا،
یہاں تک کہ وہ آپ پر ایمان و اسلام لائے، پھر انتقال کر گئے۔ اسے ابن ابی اسیر
نے بیان کیا، یہ قول بہت زیادہ ضعیف، سب سے زیادہ ساقط اور ناقابل اعتناء
ہے۔ کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے، اور نہ سرے سے کوئی حدیث ہی دائرہ
نہ از قسم ضعیف، نہ از قسم غیر۔ اور نہ اہل سنت کے کسی امام نے ایسا قول کہا ہے
البتہ اسے بعض شیعہ سے بیان کرتے ہیں۔ لہذا اکثر مصنفوں نے پہلے ہی دونوں
پر انکار کیا ہے اور تیسرے کے بیان سے خاموشی اختیار رکھی ہے، کیونکہ شیعہ خلاف کو اقلی اعتناء

معروف، وقد تقدر في علوم الحديث انه لا يقبل تفردة بالصحيح
ثم ان الذهبي في "مختصر المستدرک" لما اورد هذا الحديث ونقل
قول الحاكم: صحيح، قال عقبه قلت: لا والله! نعمان بن عمير ضعفه ^{تفرد} الذهبي
فيمن الذهبي ضعف الحديث وحلف عليه عينا شرعيا، واذا لم يكن
في المسألة الا احاديث ضعيفة كان للنظر في غيرها مجال.
الامر الرابع فيما انتصر به لهذا المسلك انه قد ثبت عن جماعة
كانوا في زمن الجاهلية انه من حقوا وتدينوا بين ابراهيم عليه السلام
وتركوا الشرك، فما المانع ان يكون ابو النبي صلى الله عليه وآله وسلم
سلكوا سبيلهم في كل ذلك، او قال الحافظ ابو الفرج ابن الجوزي في
"التلخيص" ^{في} تهمة من رفض عبادة الاصنام في الجاهلية: ابو بكر
الصديق، زيد بن عمرو بن نفيل، عبد الله بن جحش، نعمان بن الجهم،
ورقه بن نوفل، وباب بنت البواء، اسعد بن كريب الحميري، قيس بن
ساعة (الايدى)، ابو قيس بن صرمة - انتهى. وقد وردت الاحاديث
تحتقن زيد بن عمرو بن نفيل وورقة وفس، وقد روى ابن اسحاق و
اصله في الصحيح تعليقاً عن اماء بنت ابي بكر رضي الله عنهما قالت:
لقد رايت زيد بن عمرو بن نفيل مستنداً ظهره الى الكعبة يقول:
يا معشر قريش! ما اصبحت منكم احد على دين ابراهيم غيري، ثم
له اسمه "تلخيص تهوم الاثرة في التاريخ والسيرة" لابن الفرج عبد الرحمن
ابن علي ابن الجوزي بغدادى المتوفى سنة سبع وتسعين وخمس مائة، وهو
كتاب على اسلوب "المعارف" لابن قتيبة، يبين فيها اصناف الصحابة و
الصحابيات والتابعين بذكر اسمائهم، كما في "كشف الظنون".

اور حضرت سہیلیؓ "الرؤض الازرق" میں فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطالبؓ کے پاس انکی موت کے وقت تشریف لے گئے، اُن کے بعد ابوجہل اصحاب بنی امیہ بیٹھا ہوا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا اسے چھو کہ لا الہ الا اللہ

صلی اللہ تعالیٰ کے حضور تمہارے کلمہ کی شہادت دیدوں گا۔ اس پر ابوجہل نے کہا بنی امیہ نے ابوطالبؓ سے کہا، کیا تم عبدالمطلب کی مکت سے پھر تیرے پوتے ابوطالبؓ نے کہا میں عبدالمطلب کی ہی مکت پر ہوں۔ سہیلیؓ فرماتے ہیں کہ ہر حدیث مقتضی ہے کہ حضرت عبدالمطلب کا انتقال شرک پر ہوا۔

فرماتے ہیں، لیکن میں نے کتاب المسعودیؒ کے کچھ حصہ میں حضرت عبدالمطلبؓ کے بارے میں اختلاف پایا ہے۔ اس میں ایک قول یہ ہے کہ انکا انتقال اسلام پر ہوا۔ چوقت میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے کچھ دلائل کو دیکھا، تو معلوم ہوا کہ وہ صرف توحید پر تھے، واللہ اعلم

علاوہ بریں "مسند البزار" اور کتاب "النسائی" میں ایک حدیث تصریح عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدتنا فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا، میں نے قوم انصار کی عزت افزائی کی ہے شاید کہ مہاجرین کو کوئی کمزورت اٹھے ساتھ ہو جائے۔ انھوں نے عرض کیا ہنیں اگر انھیں ان کے ساتھ کدورت ہوتی تو آپ جنت میں نہ دیکھتے، حتیٰ کہ آپ نے دلائل (حضرت عبدالمطلب) کو بھی جنت میں دیکھا ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ ابو داؤد نے اس حدیث کو نقل کیا ہے، لیکن اس میں "حتیٰ" پر اھاجلا ابلیک" کا ذکر نہیں ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ الفاظ حدیث میں جدا ابلیک ہے مجرد" نہیں کہا گیا، اس سے اس ضعیف حدیث کی تقویت ہوتی ہے جسے ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے ماں باپ کو زندہ فرمایا، اور آپ پر ایمان لائے، واللہ اعلم۔ فرماتے ہیں ممکن ہے کہ اس سے آنکھیں

يقول: اللهم! لو أعلم أحب الوجود إليك عبدتك به ولكني لا أعلم.
قلت: ويؤيد هذا ما تقدم في المسلك الأول أنه لم يبق اذذاك
من يبلغ الدعوة ويعرف حقيقتها على وجهها. وأخرج ابو نعيم في
«دلائل النبوة» عن عمرو بن عيسى السلمي قال: رغبنا عن الهمة
قوهي في الجاهلية ورأيت أنها الباطل يعبدون الحجارة. أخرج البيهقي
وابو نعيم كلاهما في «الدلائل» من طريق الشعبي عن شيخ من جهينة:
عن عمرو بن حبيب أدرك الإسلام. وقال امام الاشاعرة الشيخ ابو
الحسن الاشعري: وابوبكر ما زال يعين الرضامنه، فاختلعت الناس في
مراده بهذا الكلام فقال بعضهم: ان الاشعري يقول: ان ابا بكر الصديق
كان مؤمناً قبل البعثة، وقال اخرون: بل اراد انه لم يزل بحالة غير
مغضوب فيها عليه لعلم الله تعالى بأنه سيؤمن ويصير من خلاصة
الابرار. وقال الشيخ تقي الدين السبكي: لو كان هذا مراداً لاسمى
الصديق رسماً الصباية في ذلك، وهذه العبارة التي قالها الاشعري
في حق الصديق لم يحفظ عنه في حق غيره؛ فالصواب ان يقال: لم يثبت
عنه حالة كفر بالله فلعن حاله قبل البعث كحال زيد بن عمرو بن نفيل
واقرائه فلهم اخصص الصديق بالذكور عن غيره من الصباية.
انتهى كلام السبكي. قلت: وكذا نقول في حق ابوي النبي صلى الله
عليه وآله وسلم: انهما لم يثبت عنهما حالة كفر بالله فلعن حالهما
كحال زيد بن عمرو بن نفيل واني بكر الصديق واضرا بهما، مع ان
الصديق وزيد بن عمرو انما حصل لهما التخفيف في الجاهلية ببركة
النبي صلى الله عليه وآله وسلم فانهما كانا صديقين له قبل البعثة

ڈرانا مقصود ہو، اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا حق ہے، اور ان کا انکے
ساتھ کہ پہنچا درائی جہنم کو واجب نہیں کرتا۔ یہ سب سہیلی کا کام تھا۔

اور امام شہرستانی "الملل والنحل" میں فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے نور مبارک کا کچھ اظہار حضرت عبدالملک کی پسندیدہ خصلتوں میں ظاہر تھا۔ اور
اسی نور کی برکت سے اپنے فرزند کی قربانی میں تلہ کا الہام ہوا، اور اسی کی برکت
تھی کہ وہ اپنے فرزند کو ظلم و ستم کشی کے چھوڑنے کی تلقین فرماتے، اور وہ محض مظلوم
اخلاق پر اُٹھاتے تھے۔ اور اسی نور مبارک کی برکت کی بنا پر وہ اپنی وصیتوں
میں فرماتے تھے کہ کوئی شخص ہرگز ظالم نہ بنے، نہ جائے، یہاں تک کہ اُس سے
اس کا بدلہ دلایا جائے، اور اُسے اس کی سزا ملے۔ یہاں تک فرماتے کہ اگر کوئی شخص
مظلوم مارا گیا، اُس پر عذاب نہ ہوگا۔ کسی نے حضرت عبدالملک سے
اس بارے میں پوچھا، تو انھوں نے غور کر کے فرمایا، خدا کی قسم! اس دنیا کے بعد
ایک ایسا گھر ہے، جس میں احسان کرنے والے کو احسان کا بدلہ ملے گا، اور
بہرائی کرنے والے کو بہرائی کی سزا دی جائے گی۔ اور اسی نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کی برکت تھی کہ انھوں نے ابرہہ سے کہا، یہ گھر خدا کا گھر ہے، وہی اس کی حفاظت
فرمائے گا۔ انہی کے یہ اشعار ہیں جنہیں جبل ابوقیس پر چڑھ کر پڑھا۔

لا اھم ان الموء یمنع رحلہ فامنع حلالہ

لا یغلبن صلیبہم ومحالہم عدو امالک

فانصر علی آل الصلیب وعابدیہ، الیوم الک

مطلب یہ کہ یہ ابرہہ کے قوم کے آدمی کچھ نہیں ہیں، یہ تمہارا راستہ روکتے ہیں
لہذا تم ایک طرف ہو جاؤ۔ محال ہے کہ یہ صلیب پرست دشمن غلبہ پاسکیں،
ان صلیب پرستوں کی ہلاکت کیلئے خدا سے دعا مانگو۔ آج تک تمہاری نسل خانہ
کعبہ کو مانتی رہی ہے۔ انتہی کلام الشہرستانی۔

وكأنما يورثه كثيرا فأبواه أدلى بعود بركته عليهما وحفظهما مما كان عليه أهل الجاهلية. فإن قلت: بقيت عقدة واحدة وهي قوله مسلم عن أنس أن رجلا قال: يا رسول الله إياي أبى؟ قال: في النار فلما تقادحاه فقال أن إلى وأباك في النار. وحديث مسلم وإني أود عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وآله وسلم استأذن في الاستغفار لآل من لم يؤذن له، فأحطل هذه العقدة قلت: على الرأس والعين المجواب، أن هذه اللفظة وهي قوله: أن إلى وأباك في النار، لم يتفق على ذكورها الرواة، وإنما ذكروها حماد بن مسلمة عن ثابت عن أنس وهي الطوقن التي يولده مسلم منها وخذ خالفه معمر عن ثابت فلم يرد أن إلى وأباك في النار، ولكن قال له: إذا مررت بغيرك فقم بشربا للنار.

وهذه اللفظة لا دلالة فيها على والد الله صلى الله عليه وآله وسلم بأمر الله وهو أثبت من حيث الرواية فإن معمر أثبت من حماد أن حمادا تكلم في حفظه ووقع في أحاديثه متأكرا، ذكروا أن وبيده دمه في كتيبه، وكان حمادا لا يحفظ فحدث بها قومه فيها، ومن ثم لم يخرج له البخاري شيئا ولا خرج له مسلم في الأصول إلا من رواية عن ثابت. قال الحاكم في "المداخلة": ما خرج مسلم لعماد في الأصول إلا من حديثه عن ثابت، وقد خرج له في "الشواهد" عن طائفة، وأما معمر فلم يتكلم في حفظه ولا استنكر شيء من حديثه، واتفق على التخرج له الشيخان فكان لفظه أثبت، ثم وجد الحديث ورد من سعد بن أبي وقاص بمثل لفظ رواية معمر عن ثابت عن أنس، فأنقوا البزار.

سابق کلام کا اقتضا ہے کہ اسے بھی ذکر کر دیا جائے جسے ابن سعد نے "الطبقات" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ پہلے قتل کی دیت دینا اونٹ کے لیے حضرت عبد المطلب وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے جان کی دیت تلو اونٹ کے بعد تمام قریش و عرب میں "تلو اونٹ" کا حکم پھیل گیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے برقرار رکھا۔ اور غزوہ حنین کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو حضرت عبد المطلب کی طرف منسوب فرما کر ارشاد فرمایا۔

أَنَا الْبَنِيُّ لَا كُنْتُ ابْنًا ۖ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمَطْلِبِ

میں بنی ہوں، جوہر نہیں ہے میں عبد المطلب کا فرزند نہیں ہوں یہ روایت انام فخر الدین رازی کے کلام کو اور زیادہ قوی بناتی ہے، اور ان کے کلام کو بھی قوی کرتا ہے جو اس کے موافق ہیں۔ اس لیے کہ احادیث میں کفار والدین کی طرف نسبت کرنے کی ممانعت آئی ہے۔

امام بیہقی "الشعب" میں ابی ابن کعب، اور معاذ بن جبل کی حدیث سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں دو شخصوں نے اپنی نسبتوں کا ذکر کیا۔ ایک نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں، دوسرے نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یہی وہ) دو شخصوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں اپنی نسبتوں کا ذکر کیا، ایک نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں اور نو پشتوں تک گنایا، اور دوسرے نے کہا میں فلاں بن فلاں مسلمان ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ ان دونوں نسبتوں کے بیان کرنے والوں سے فرما دو کہ اسے نسبت کرنے والے تو نے اپنی نسبت اونٹ تک گنائی، وہ تیرے نواب جہنم میں ہیں اور وہ تو بھی جہنم میں ہے۔ اور اسے نسبت کرنے والے تو نے اپنے آپ کو اونٹ تک منسوب کیا، آپ تو میرا بھی جنت میں ہے۔" امام بیہقی نے اس میں بروایت

الطبراني والبيهقي من طريق ابراهيم بن سعد عن الزهري عن عامر بن
سعد عن ابيه: ان اعرابيا قال لوصول الله صلى الله عليه وآله وسلم:
ابن ابي؟ قال: في النار، قال: فاين ابوك؟ قال: حيثما صررت بقبور كافر
فيشرة بالنار. وهذا اسناد على شرط الشيخين، فتعين الاعتماد على هذا
اللفظ وتقديره على غيره. وقد ناء الطبراني والبيهقي في اخوة قال: فاسلم
الاعرابي بعد، فقال: لقد كلمت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
تعبا، ما صررت بقبور كافرا الا يشركه بالنار. وقد اخرج ابن عاصم عن طريق
ابراهيم بن سعد عن الزهري عن سالم عن ابيه قال: جاء اعرابي الى النبي
صلى الله عليه وآله وسلم فقال: يا رسول الله! ان ابي كان يعمل الخمر و
كان وكان فاين هو؟ قال: في النار. قال: فكأنه وجد من ذلك. فقال:
يا رسول الله! فاين ابوك؟ قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: حيث
صررت بقبور مشرك فيشرة بار، فاسلم الاعرابي بعد، فقال: فقد
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم تعباً، ما صررت بقبور كافرا الا يشركه بالنار.
فهذه الزيادة اوضحت بلا شك ان هذا اللفظ العام هو الذي صدر
منه صلى الله عليه وآله وسلم ودأب الاعرابي بعد اسلامه امرا مقتضيا
لحق في خلاصة تدبير التهنيت: عامر بن سعد بن ابي وقاص الزهري المدني عن
ابيه وعثمان والعباس رضي الله عنهم، وعنه ابيه داود الزهري. قال ابن سعد
كان ثقة كثير الحديث. قال الواقدي: مات سنة اربع ومائة رجة الله عليه
له هو سالم بن عبد الله بن عمر العدوي المدني القتيبة احمد القحطاني السبيعي رجة
عن ابيه وابي هريرة ورافع بن خديج وعائشة رضي الله عنهم. قال ابن اسحاق:
اصح الاسانيد كلها: الزهري عن سالم عن ابيه. مات سنة ست ومائة على الاصح.
كذا في الخلاصة.

ابی ریحانہؒ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ حضورؐ نے فرمایا جس نے عزت و شرافت جملے کیلئے اپنے نو کافر باپوں کی طرف نسبت کر لی، اس بدوہ و سواں بھی چھٹی ہے۔ اور امام بیہقی نے اسی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمانو! فائدہ جاہلیت میں مرنے والے اپنے کافر والدین پر فخر نہ کرو۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، جبکہ اُس کی ناک خاک آلود ہو جائے، وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنے اُن باپوں پر فخر کرے جو جاہلیت میں مرنے والے ہیں۔ اور امام بیہقی نے اسی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے غرور اور باپوں کے لغو فخر سے تمہیں نکالا ہے، تاکہ تم فخر کرنے والوں کی قوم سے محفوظ رہو، کیونکہ وہ جہنم کی آگ کے ارشدین ہیں۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ پر زیادہ اُساں ہے کہ وہ لوگ فخر پر ہیں اور اُن کے نعمتوں سے بدلہ نکلے۔ اس معنی کی احادیث کثرت ہیں، اس سے زیادہ وضاحت کرنے والی اسلام کی وہ حدیث ہے، جسے امام بیہقی نے "شعب الایمان" میں بیان کیا کہ میری امت میں جاہلیت کی چار ایسی باتیں ہیں جنہیں وہ چھوٹے والے نہیں، اُن میں سے ایک حسب و نسب میں فخر کرنا ہے۔

عقیدہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس کے معارضہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث لائے جس میں بتی باشتم کی برگزیدگی کا ذکر ہے، تو اس کا جواب طبعی نے یہ دیا ہے کہ وہ حدیث فخر کیلئے وارد نہیں ہوئی ہے، بلکہ ذکر کیے ہوئے افراد کے مراتب و منازلِ تشریف اس سے مراد ہے۔ مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ میرا باپ فقیہ ہے، تو اس سے فخر کرنا مراد نہ ہوگا، بلکہ اُسکی مراد اپنے حال کی تشریف ہوگی، نہ کہ اس کے سوا کچھ اور۔ عقیدہ کہتے ہیں کہ کبھی اس سے اظہارِ شکر کیلئے خدا کی اُن نعمتوں کی طرف اشارہ کرنا مراد ہوتا ہے، جو اُسکے آدیں اور اُسکے

للاعتقال فلم يتعبه الا امتثاله. ولذا كان الجواب باللفظ الاول لم يكن فيه
امر بشئ البته، فليدرك اللفظ الاول من تصورات الراوي، رواية بالمعنى على
حسب فهمه. وقد وقع في الصحيحين روايات كثيرة من هذا النمط فيها
لفظ تصورت فيه الراوي وغيرها اثبت منه كحديث مسلم عن انس في نفي
قراءة البسمة، وقد اعلمه الامام الشافعي رضي الله عنه بذلك و
قال: ان الثابت من طريق آخر ينفي معانها ففهم منه الراوي نفي قراتها
فرواه بالمعنى على ما فهمه فإخطأ. ونحن اجبتنا عن حديث مسلم في هذا
المقام بنظير ما اجاب به امامنا الامام الشافعي رضي الله عنه عن حديث
مسلم في نفي قراءة البسمة، ثم لو فرض اتفاق الرواة على اللفظ الاول كان
معادضا لما تقدم من الأدلة. وأحمد يثبت الصحيح اذا عارضه أدلة اخرى
هي اوضح منه وجب تأويله وتقديم تلك الأدلة عليه كما هو مقدر في
الاصول. وبهذا الجواب الأخير يجاب عن حديث عدم الاذن في الاستسقاء
لأنه على انه يمكن فيه دعوى عدم الملازمة بدليل انه كان في
صدر الاسلام منوها من الصلاة على من عليه دين وهو مسلم
فلعله كانت علتها تبعات غير الكفر فمنع ايضا من الاستسقاء لها
نسبها، والجواب الاول انقد، وهذا تأويل في الجملة.
ثم دأيت طريقا للحديث مثل لفظ رواية معمر وأزيد فوجها
وذلك انه صرح فيه بأن السائل اراد ان يسأل عن أبيه صلى الله عليه
واله وسلم فعدي عن ذلك تأملا وتأديا، فخرج الحاكم في "المستدرک"
وصححه عن لقيط بن عامر انه خرج واقفا الى رسول الله صلى الله عليه واله
وسلم ومعه نهيك بن عاصم بن مالك بن المتفق، قال: فقد منا

آباء کے اویہ ہوئی ہیں، اور یہ استقامت و فخر کچھ نہیں ہے۔ انتہائی
 لہذا ان کا یہ کہنا کہ مذکورہ افراد کے منازل و مراتب کی تعریف یا شکر کے طریقہ پر
 اپنے اجداد پر نعت الہی کی طرف اشارہ کرنا مراد ہے، اس سے امام فخر الدین رازی
 کے کلام کی تقویت ہوتی ہے کہ وہ علی العموم جاری ہے، جیسا کہ مخفی نہیں۔ اس لیے کہ
 اصطفا و دیگر گزیدگی اسی کے لیے خاص ہے جو توحید پر ہو۔ اور بلاشبہ حضرت عبدالمطلب
 کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ ترجیح دینا بہت دشوار ہے، اس لیے کہ بخاری کی
 وہ حدیث جس میں ابو جہل نے ابوطالب کو ایمان لانے سے ملت عبدالمطلب کے
 استدلال سے روکا، قوی لقادم ہے۔ اگر اس کی تاویل کے درجے ہوں، تو
 تاویل قریب نہیں پائی جانی۔ یہی تاویل بعید، تو اسے اہل اصول تسلیم نہیں کرتے
 اسی بنا پر امام تہجدی نے دلائل میں لقادم کو دیکھا، اور ترجیح بہ قدت نہ پائی
 تو توقف کیا۔ فواللہ اعلم

مناسب ہے کہ مجھے قول کو بھی بیان کر دیا جائے جو کہ توقف ہے
مسئلہ توقف اور با اوقات ایسا ہی ہوتا ہے کہ مجھے جب حدیث کی تاویل
 میں دو دور کی وجہیں پیدا ہو جاتی ہیں، تو دونوں کو چھوڑ دیتا ہوں (اور توقف پر آتا ہوں)
 لیکن تثنائی کی حدیث میں تاویل قریب ہے، اور تثنائی نے اس کا دھانہ کھول ہے
 اگرچہ وہ کھولنا نہ کر سکے۔ البتہ معارفہ توبہ کے باوجود حضرت عبداللہ کی جانب
 ترجیح آسان ہے، وہ مسلم کی حدیث ہے۔ اس لیے کہ تثنائی نے جو کچھ کہا ہے، وہ
 انتہائی اور جلی تاویل قریب ہے، اور تاویل کی جانب، ترجیح پر دلائل قائم
 کیے ہیں۔ لہذا اسے اختیار کرنا آسان ہے، واللہ اعلم۔

پھر یہ کہ میں نے امام ابوالحسن مازنی رحمۃ اللہ کا وہ ارشاد دیکھا ہے،
 جو انھوں نے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ کے کلام کی طرف کیا ہے، مگر وہ
 اتنا صریح نہیں ہے جتنا انھوں نے اپنی کتاب اعلام النبوة میں مراد فرمایا ہے

المدينة الانسلاخ رجب فصليتنا معه صلاة الغداة ، فقام رسول الله
 صلى الله عليه وسلم في الناس خطيباً . قد ذكر الحديث الى ان قال فقامت
 يا رسول الله ! هل في احد من مضي متا في الجاهلية من خير ؟ فقال
 رجل من عرض قريش : ان اباك المتفق في النار ، فكانه وقع بحرين
 جلد وجهي ونحى ما قال لابي علي دؤوس الناس ، فهممت ان
 اقول : وابوك يا رسول الله ! ثم نظرت فاذا بالآخرى اجمل فقلت :
 واهلك يا رسول الله ؟ قال : ما اتيت عليه من قبر قرشي او
 عامري مشرك فقل : ادسلني اليك محمد فابشرك بما بشرك
 هذه رواية الاشكال فيها ، وهي اوضح الروايات وابينها
 تقريرا ، وما المانع ان يكون قول السائل : فابن ابوك ؟ وقوله
 صلى الله عليه واله وسلم في حديث انس : ان ابي ، ان ثبت
 المراد به عمه ابوطالب لا ابوه عبد الله كما قال بذلك الامام
 فخر الدين في ابي ابواهيم انه عمه ، وقد فقد ثقله عن ابن
 عباس رضي الله عنهما ومجاهد وابن جريج والسداسي . و
 يوشحه ها هنا امران : الامر الاول : ان اطلاق ذلك على
 ابي طالب كان شائعا في زمن النبي صلى الله عليه واله وسلم
 ولهذا كانوا يقولون له : قل لابنك يرجع عن شتم الهتنا .
 وقال لهم ابوطالب مرة - لما قالوا له : اعطنا ابنك نقتله
 وخذ هذا الولد مكانه - : اعطيكم ابني تقتلونه واخذ
 ابنكم الكفله لكم ! ولما سافر ابوطالب الى الشام ومعه
 النبي صلى الله عليه واله وسلم نزل له بحبراء فقال له :

وہ کہتے ہیں کہ جبکہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء اُسکے بندوں کی اعلیٰ خصلت، اور اُسکی مخلوق میں بہترین صفت و افضلیت پر مہوتے ہیں، اور جب بھی انھیں حقوق الہی قائم کرنے اور لوگوں کی ہدایت کرنے پر مقرر فرمایا جاتا ہے، تو لوگوں کے معزز و مکرم ترین عناصر میں سے انھیں منتخب کر کے حکم ادا کر کے ساتھ انھیں برگزیدہ فرمایا جاتا ہے۔ لہذا کوئی شخص بھی اُنکے نسب پر اعتراض اور اُنکے منصب پر جرح نہیں کر سکتا، تاکہ قلوب خمیدہ اور جانیں اُنکے آگے بہت زیادہ جھک جائیں اسی بنا پر لوگ اُنکی دھوت کو قبول کرنے میں جلدی کرتے، اور اُنکے احکام کی خوب فرمانبرداری کرتے رہے۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پاکیزہ نکاحوں سے منتقل فرمایا، اور فواحش کی پلیدی سے آپ کو محفوظ رکھا، اور اصحاب طاہرہ سے ارجحان طیبیہ کی طرف آپ کو منتقل فرماتا رہا۔

بلاشبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کو کہ یہ :-

وَقَلْبُكَ فِي الشَّجِدَاتِ | اور آپ کو سجدہ کرنے والوں میں منتقل کرتا رہا کی تفسیر و تاویل میں فرماتے ہیں کہ اس ارشاد باری کا مطلب یہ ہے کہ اصحاب طاہرہ یعنی ایک باب سے دوسرے باب کی طرف منتقل فرماتا رہا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس امت کا نبی بنا کر بھیجا۔ لہذا انور نبوت آپ کے آباء کرام میں ظاہر رہا پھر یہ کہ جنم کی ولادت کے وقت تک والدین کی جانب سے آپ کے کسی بھائی بہن نے بھی شرک نہیں کیا، یہ اس لیے کہ ان دونوں کی صفت بھی آپ کی طرف منسوب ہو سکتی ہے، افسانے کے نسب کا قصور بھی آپ پر عائد ہو سکتا ہے۔ تاکہ آپ نسب کے ساتھ ایسے خاص ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے نبوت کیلئے انتہا اور بیشمار کے لیے نہایت قرار دیا ہے۔ لہذا اس نسب میں جو بھی آپ کا شریک و مماثل ہو اُسے بھی اس سے فخر رکھنا پڑے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدین کو آپ کی صغر سنی میں ہی وفات دیدی۔ چنانچہ آپ کے والدین کا انتقال آپ کے

ما هذا أم لك؟ قال: هو ابني، فقال: وما ينبغي هذا الغلام
 أن يكون أبوه حياً، فكانت تسمية ابني طالب أبا للتبني عليه
 الله عليه وآله وسلم شائعة عندهم لكونه عمه وكونه
 وباه وكفله من صغره، وكان يحوطه ويحفظه وينصونه
 فكان مظنة السؤال عنه، والآمر الثاني: أنه وقع في حديث
 شبيه هذا ذكر ابني طالب في "دلائل القصد"، أخرج الطبراني
 عن أم سلمة وأن الحارث بن هشام أن النبي صلى الله عليه
 وآله وسلم يوم حجة الوداع فقال: يا رسول الله! إنك تحت
 على صلة الرحم والأحسان إلى الجار وإبرار اليتيم وإطعام
 الضعيف وإطعام المسكين وكل هذا إن كان يفعل مشاء
 ابن المقيرة، فما ظنك به يا رسول الله؟ فقال رسول الله صلى
 الله عليه وآله وسلم: كل قبل لا يشهد صاحبها أن لا اله
 إلا الله فهو حجة من النار، وقد وجدت عن أبي طالب في
 طمطاه من النار، فأخرجه الله لمكانه مني وأحسنه إلى فجعل
 في ضحضاح من النار.

تنبيه

قد استراح جماعة من هذه الأجوبة كلها وأجابوا عن
 الأحاديث الواردة فيهما بإياتها منسوخة كما أجابوا عن الأحاديث
 الواردة في أطفال المشركين أنهم في النار وقالوا: التاميم لأحاديث
 أطفال المشركين قوله تعالى: "ولا تزرزرة وذراخري"، ولا أحاديث
 الأبوين قوله تعالى: "وما كنا معذبين حتى نبعث رسولاً".

دورانِ حمل میں ہوا، اور آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال آپ کی چھ برس کی عمر شریف میں ہو گیا۔ اب جبکہ تم کو آپ کے نسب مبارک کا حال اور آپ کی ولادت کی طہارت کا پتہ چل گیا ہے، تو تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ آیا کرام کا سلسلہ کیا ہو گا۔ آپ کے آباء میں سے کوئی بھی رذیل خصلت، اور مقبوح عادت والا نہیں ہے، بلکہ سب کے سب سردار و پیشوا اور شریف النسب تھے۔ کیونکہ مقام ولادت کی طہارت، نبوت کے شرفِ اظہار میں سے ہے۔ انتہی کلام المادروسی۔

اور حضرت ابو جعفر ثمالیؑ معانی القرآن میں یہ نکتہ آیت کریمہ۔
وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي الشَّجَرَةِ أَنْبَاءَ | اور آپ کو سجدہ کرنے والوں میں منتقل کیا جاتا تھا
فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا کہ اصحاب میں آپ کو منتقل فرماتا رہا یہاں تک کہ آپ کو نبی پیدا فرمایا۔

اور حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے کیا خوب کہا ہے۔
تَنَقَّلَ أَحْمَدُ نَوْرًا عَظِيمًا | تَلَا فِي جِبَاةِ السَّاجِدِينَ
لَقَلْبٍ فِيهِ قُرْآنٌ فَفَرَنَا | إِلَى أَنْ جَاءَ خَيْرُ الْمُسْلِمِينَ
مطلب یہ کہ احمد مجتبیٰ علیہ السلام کے نورِ عظیم کو منتقل کر کے سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں میں چمکاتا رہا، اور ان میں سے بعد و محسنے بدلتا رہا یہاں تک کہ خیر المرسلین شریف لے آئے۔

حفظ الالہ کوامۃ ل محمد | اَبْنَاءُ الْأَمْجَادِ صَوْنًا لَّأَسْمَاءِ
تَرَكُوا السَّفَاحَ فَلَمْ يَصِبْهُمْ عَارٌ | مِنْ أَدَمَ ابْنِ أَبِيهِ وَأَقَمَهُ
یعنی اللہ تعالیٰ نے حضورِ علیہ السلام کی بزرگی کو محفوظ رکھا۔ آپ کے آباء کرام آپ کے اسم مبارک سے محفوظ رہے۔ انھوں نے فحاشی کو ہاتھ نہ لگایا لہذا کوئی عیب انھیں نہ چھو سکا۔ حضرت آدم (علیہ السلام) سے لیکر آپ کے والدین کریمین تک۔ اور لکھنؤ صیری صاحب قصیدہ شہرہ شریف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

ومن اللطائف كون الحملتين في الفريقين مقرنتين في آية واحدة متعاطفتين متناسقتين في النظم. وهذا جواب مختصر مفيد يغني عن كل جواب الا انه يتأني على المسلك الاول دون الثاني كما هو واضح، فلهذا احتجنا الى تحوير الاجوبة عنها على المسلك الثاني

تَبَيُّنٌ

قد ثبت في الحديث: ان اهون اهل النار عند ابي ابوطالب، وانه ضحضاح من النار في رجليه نعلان يغلي منهما دماغه. وهذا يدل على ان ابى النبي صلى الله عليه وآله وسلم ليسا في النار، لانهما لو كانا فيهما لكانا اهون عند ابي من ابي طالب لانهما اقرب منه مكانا واسط عندا لانهما لم يدركا البعثه ولا عرض عليهما الاسلام فامتنعا بخلاف ابي طالب، وقد اخبر الصادق المصدوق صلى الله عليه وآله وسلم: انه اهون اهل النار عند ابياء فليس ابواه من اهلها: وهذا يسمى عند اهل الاصول دلالة الاشارة.

منصب ميدان جدلي

المجادلون في هذا الزمان كثير خصوصاً في هذه المسألة و اكثرهم ليس لهم معرفة بطرق الاستدلال فالكلام معهم ضائع غير اني انظر الذي يجادل واكمله بطريق يقوي من ذهنه فانه اكثرماً عنده ان يقول: الذي ثبت في صحيح مسلم يدل على خلاف ما تقول فانه كان الذي يجادل بذلك من اهل مذهبنا فاعني المذهب اقول له:

یاسماء ما طاولتها سماء	کیف ترقی رفیق الانبیاء
حال سماء منک دونہم و سماء	لہ یسار وک فی علاک وقد
انما مثلوا صفاتک للناس	کما مثل النجوم الماع
انت مصباح کل فضل فما	تصدیر الہ عن ضوئک الاضواء
لک ذات العلوم من عالم الغیب	ومنہا الادم الاسماء
ولم تنزل فی ضمائر الغیب	مختارک الالہات والانباء
ما مضت فترة من المرسل الا	لبشرت قومہا بک الانبیاء
تباہی بک العصور وتسمو	بک علیاء بعدہا علیاء
وبذل اللہ وجود منک کریم	من کریمہ اباء کرماء
لنسب نخب العلی بجلالہ	قلانہا نجومہا الجوزاء
ومنہا فہنیابہ الامتہ الفضل	الذی شرافت بہ حواء
من الحواء انہا حملت احمد	او انہا بہ نفساء
یوم نالت بوضعہ ابنہ وحب	من فحار ما لقتلہ النساء
واقت قومہا بافضل مما	حملت قبل مریم العذراء

فائدہ ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی میرے والد نے انھوں نے موسیٰ بن ابوب نعیمی سے، انھوں نے حمزہ سے، وہ عثمان بن عطاء سے وہ اپنے والد سے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان امتیاز آبار ہیں۔

تیسرے امر میں وہ اشر ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں خاص طور پر وارد ہے۔

ابو نعیم نے ”دلائل النیوۃ“ میں بسند ضعیف بروایت زہری از ام سماء بنت ابی رہیم وہ اپنی والدہ سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ

قد ثبت في صحيح مسلم أنه صلى الله عليه وآله وسلم لم يقرأ في الصلاة
 "بسم الله الرحمن الرحيم" وأنت لا تصح الصلاة بدون البسملة. وثبت
 في الصحيح أنه صلى الله عليه وآله وسلم قال: إنما جعل الإمام ليؤتم به فلا
 تختلفوا عليه فإذا ركع فادكعوا وإذا فرغ فادفئوا، وإذا قال: سمع الله لمن
 حمده فقولوا: وبك الحمد، وإذا صلى جالساً فصلوا جلوساً أجمعون: وأنت
 إذا قال: سمع الله لمن حمده. تقول: سمع الله لمن حمده مثله، وإذا صلى
 جالساً بعد رداً وأنت قادر على خلفه قائماً لا جالساً. وثبت في الصحيحين
 في حديث التيمم: إنما يكفيك أن تقول بيدك هكذا ثم ضرب بيده
 ضربة واحدة ومسح الشمال على اليمين وظاهره كفيه ووجهه، وأنت
 لا تكفي في التيمم بضربة واحدة ولا بالمسح إلى الكوعين، فكيف خالفت
 الأحاديث التي ثبتت في الصحيحين أو أحدهما؟ فلا بد أن كانت عندك
 راحة من العلم أن يقول: قامت أدلة أخرى معارضة لهذه فقد
 عليها، فأقول له: وهذا مثله لا يحتاج عليه إلا بهذه الطريقة فإنها
 ملزمة له ولا مثاله. فإن كان المجادل مألئاً بالذهب أقول له: قد
 ثبت في الصحيحين: المتبائن بان الجهاد فالمرتفقاء، وأنت لا تثبت
 خياً والمجلس. وثبت في صحيح مسلم: أنه صلى الله عليه وآله وسلم توضأ أو
 لم يمسح كل رأسه، وأنت توجب في الوضوء مسح كل الرأس، فكيف خالفت
 ما ثبت في الصحيح؟ فيقول: قامت أدلة أخرى معارضة له فقد
 عليه، فأقول له: وهذا مثله.

وإن كان المجادل حفي بالذهب أقول له: قد ثبت في الصحيحين: إذا
 ولغ الكلب في أناء أحدكم فليغسله سبعاً، وأنت لا تشترط في النجاسة

صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ سیدتنا آمنہ رضی اللہ عنہا کی اس بیماری میں حسین
انہی وفات ہوئی، موجود تھی۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پانچ سال کی عمر کے بچہ، اس کے
سر پرانے بیٹھے ہوئے تھے، آمنہ (رضی اللہ عنہا) نے اس کے چہرہ پر نظر ڈال کر کہا ہے

بارک فیک اللہ من غلام	یا ابن الذی من حومة الحمام
نجالعون الملک المنعام	قوی غداة الضراب بالہام
بماتة من ابل سوام	ان صحرما البصرت فی المنام
فانت مبعوث الی الاکرام	من عند ذی الجلال والاکرام
تبعث فی الحل و فی الخرام	تبعث بالتحقیق والاسلام
وین ایتک البرا براہام	فاللہ ینہاک عن الاہنام

ان لآلئ الیہام مع الاقوام

اس کے بعد فرماتی ہیں ہر جینے والی کے لیے موت ہے، ہر نئی چیز پرانی ہو جاتی ہے،
اور ہر بوڑھے کے لیے فنا ہے، اور میں بھی مرنے والی ہوں، اور میری یاد باقی رہنے
والی ہے۔ بلاشبہ میں نے بہتر کو چھوڑا، اور پاکیزہ بچہ تولد کیا ہے۔ اس کے بعد وہ
انتقال فرما گئیں۔ اور ہم ان پر جنات کے رولے کی آواز سنتے تھے، ان کے
کچھ اشعار ہم نے یاد کر لیے۔

نبکی الفتاة البوة الامینه	ذات العجال العفة الزینہ
زوجة حید اللہ والقربینہ	اُمّ نبی اللہ ذی السکینہ
وصاحب المنبر فی المدینہ	صارت لذلّی حفرة تعارہینہ

یعنی ہم اس نوعمر، نیکو کار، امانت دار، حسن و جمال کی بیگم، صاحبِ عفت و عظمت
جو حضرت عبداللہ کی زوجہ، اللہ کے نبی صاحبِ سکینہ، مدینہ منورہ میں منبر و محراب
کے مالک کی والدہ ماجدہ کی رحلت پر روتے ہیں، صاحبِ یہ اپنی قبر کے گوشہ میں
اقامت گزیں ہوں گی۔

الكلية سبعا. وثبت في الصحيحين: لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب، وانت تصحح الصلاة بدونها. وثبت في الصحيحين: ثم ارفع حتى تعتدل قائما، وانت تصحح الصلاة بدون الطائفة في الاعتدال. وصح في الحديث: اذا بلغ الماء قلتين لم يحمل خبثا، وانت لا تعتبر القلتين. وصح في الصحيحين: انه صلى الله عليه وآله وسلم يا غ المديبر، وانت لا تقول ببيع المديبر، فكيف خالفت هذه الاحاديث الصحيحة؟ فيقول: قامت ادلة اخرى معارضة لها فقد امت عليها، فاقول له: وهذا مثله.

وان كان المجادل حنبلي المذهب اقول له: قد ثبت في الصحيحين من صام يوم اشك فقد عصي ايا القاسم، وثبت فيهما: لا تقبلوا دما من بصوم يوم ولا يومين، وانت تقول بصيام يوم اشك فكيف خالفت ما ثبت في الصحيحين؟ فيقول: قامت ادلة اخرى معارضة له فقد امت عليه، فاقول له: وهذا مثله. هذا القرب بالقرب به لاذهان الناس اليوم. وان كان المجادل ممن يكتب الحديث ولا فقه عنده يقال له: قد قالت الاقدمون: الحديث بلا فقه كعطاء وغير طيب، فالادوية حاصلة في دكانه ولا يدرى لماذا تصلح، والفقيه بلا حديث كطبيب ليس بعطاء ويعرف ما يصلح له الادوية الا انها ليست عندة. واني بحمد الله قد اجتمع عندي الحديث والفقه والاصول وسائر الالات من العربية والمعاني والبيان وغير ذلك، فانا اعرف كيف اتكلم، وكيف اقول، وكيف استدلل وكيف ارجح. اما انت يا اخي! وفقني الله واياك. فلا يصلح

تم نے دیکھ لیا کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا یہ کلام، بتوں اور بت پرست قوموں کی مخالفت میں کتنا صریح ہے، اور دین سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا اعتراف ہے، اور یہ کہ انکے فرزند رب العزت ذی الجلال والا کرام کے پاس سے لوگوں کی طرف اسلام کے ساتھ مبعوث ہونگے یہ تمام الفاظ مشرک کے منافی ہیں۔ اور ان کا قول "تبعث بالتحقیق" ایسا ہی اس نسخہ میں ہے، لیکن میرے پاس قلمی نسخہ ہے اس میں "بالتحقیق" ہے۔

پھر یہ کہ میں نے انبیاء علیہم السلام کی امہات کی جستجو کی، تو ان سب کو میں پایا۔ چنانچہ سیدنا اسحاق و موسیٰ و ہارون و عیسیٰ علیہم السلام کی ماؤں اور حواریہ ام شایث علیہ السلام کا ذکر تو قرآن کریم میں ہے، بلکہ ایک قول یہ ہے کہ یہ نبی بھی تھیں۔ اور احادیث میں حضرت اسمعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ، اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی والدہ اور انکی اولاد کی مائیں، اور داؤد و سلیمان زکریا و یحییٰ، شمویل و شمعون اور ذوی الکفل علیہم السلام کی ماؤں کا ایمان لکھا ہوا ہے۔ اور بعض مفسرین نے اُم نوح اور اُم ابراہیم علیہما السلام کے ایمان کی بھی تصریح کی ہے۔ اور اسے ابن جہان نے اپنی تفسیر میں ترجیح دی ہے اور یہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت نوح اور حضرت آدم علیہما السلام کے درمیان کوئی والد کا فرہ نہ تھا، اسی وجہ سے اُنھوں نے دعا کی۔

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ فِي
دَخَلَ بَيْتِي مُؤْمِنًا
اے رب مجھے اور میرے والدین کو
اور جو میرے گھر میں مسلمان داخل ہو بخشد

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی۔

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ
يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ
اے رب مجھے اور میرے والدین کو اور
مسلمانوں کو جس دن حساب ہو بخشد

لك ذلك لأنك لا تدري الفقه ولا الأصول ولا شيئا من الآلات
والكلام في الحديث، والاستدلال به ليس بالهين ولا يحل (لقنا)
على لتكلم فيه لمن لم يجمع هذه العلوم، فاقصر على ما أتاك الله وهو
أنك إذا سئلت عن حديث تقول: ورد أو لم يرد، وصححه الحنفية أو حسنه
أو ضعفوه؛ لا يحل لك في الافتاء سوى هذا القدر دخل معد ذلك كله
لا تحسب المجيد تموا أنت أكله. : لمن يبلغ المجد حتى تلتق الصبرا
وتم أمرا خرافيا يطب به كل ذي مذهب من مقلدي المذاهب
الاربية، وذلك أن مسلما روى في صحيحه عن ابن عباس رضي الله عنهما
أن طلاق الثلاث كما يجعل واحدة في عهد رسول الله صلى الله عليه
وآله وسلم وإلى يكره صدوراً من امادة عمر رضي الله عنهما. فاقول لكل
طالب علم: هل تقول أنت بمقتضى هذا الحديث: أن من قال لزوجته
أنت طالق ثلاثاً، تطلق واحدة فقط؟ فإن قال: نعم، اعرضت عنه،
وان قال: لا، اقول له: فكيف تخالف ما ثبت في صحيح مسلم؟ فإن
قال: لها عاذله؛ اقول له: فأجعل هذا مثله. والمقصود من سياق
هذا الكلام أنه ليس كل حديث في صحيح مسلم يقال بمقتضاه لوجود المنادى له.

المسلك الثالث

ان الله احياله أبويه حتى أمنا به، وهذا المسلك مال إليه ^{ثقة}
كبيرة من حفاظ الحديثين وغيرهم، منهم: ابن شاهين ^{له} والحافظ أبو بكر
له هو أبو حفص عمر بن شاهين البغدادي الواعظ المتوفى سنة خمس ثمانين
وثلاث مائة. رحمه الله تعالى، كذا في "كشف الظنون".

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قرآن میں استغفار سے خاص طور پر اپنے آپ کو چھپا کر رکھا ہے کہ میں نے ان کوئی ذلہ نہ کیا، نہ کہ والدہ کے لیے، نہ کہ والدہ کی دلالت ہے اس پر کہ وہ مومنہ تھیں۔

اور حاکم نے المستدرک میں صحت کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا تمام انبیاء بنی اسرائیل میں سے تمہیں مگر یارہ نبی۔ یعنی حضرت نوح، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت ارمیا، حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، سینا محمد (حضرت آدم) حضرت شیث، صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین۔

اور بنی اسرائیل سب کے سب مومن تھے، ان میں کوئی کافر نہ تھا، یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے، تو ان کے ساتھ کفر کیا جسے کفر کرنا تھا۔ لہذا تمام انبیاء بنی اسرائیل کی ایک سب کی سب مومنہ تھیں۔ نیز اکثر انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام کی اولاد یا ان کی اولاد کی اولاد بنی ہوئی تھی، کیونکہ نبوت ان کے اسباط میں نسل بعد نسل ہوتی تھی، جیسا کہ ان کی مشہور خبروں میں ہے۔

لیکن مذکورہ دس نبیاء غیر بنی اسرائیل علیہم السلام! تو ان میں سب سے پہلے نوح علیہ السلام، آدم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، اور آدم علیہ السلام کا ایمان یقیناً ثابت ہے۔ باقی ریحی، آدم، ہود، آدم صالح، آدم لوط، آدم شعیب علیہم السلام کا ایمان تو اسکے انکار کیلئے نقل یا دلیل کی حاجت ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان کا بھی ایمان نہ ہونا ظاہر ہو۔ لہذا اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا ایمان نہ ہونا ہے۔ اور اس میں بھی یہ سبب تھا کہ وہ نور مصطفیٰ کو دیکھتی تھیں، اور یہ حدیث میں وارد ہے۔

امام احمد، بزار، طبرانی، حاکم، ابوداؤد، بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عراب بن اریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنِّیْ جُنْدُ اللّٰهِ لِحَاۡقِمِ النَّاسِیْنِ وَاِنْ لَادَمٌ لِّمَجْدِلٍ فِیْ طَیْنَةِ یعنی یقیناً میں اللہ تعالیٰ کے حضور

الخطيب البغدادي والسهيلي والقرطبي والمحجب الطبري والعلامة ناصر
الدين ابن المنير وغيرهم، واستدلوا بذلك بما أخرجه ابن شاهين في التلخيص
والمسنوخ والخطيب البغدادي في "السابق واللاحق" والدارقطني و
ابن عساكو كلاهما في "عرائب مالك" يستد ضعيف عن عائشة رضي
الله عنها قالت: سمعنا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم حجه
الوداع فمررت على عقبة الحجون وهو يأك خزين مفتحة فتزول فمكثت
عني طويلا ثم عاد إلي وهو فرح متيسم، فقلت له، فقال: ذهبت بغير
أمر نسألت الله أن يحييها فأحيها فأمنت بي ورددتها الله -

لهذا الحديث ضعيف باتفاق المحققين بل قيل: أنه موضوع،
لكن الصواب تنقيحه لا وضعفه، وقد ألفت في بيان ذلك جزءا
مقودا. وأورد السهيلي في "الودع الاثني" يستد قال: أن فيه
مجهولين عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه
وآله وسلم سأل ربه أن يحيي أبويه فأحيها له فأمتا به ثم أماتا.
وقال السهيلي بعد إيراده: الله قادر على كل شيء وليس يعجز
رحمته وقدرته عن شيء، وفيه صلى الله عليه وآله وسلم
أهل أن يختص بما شاء من فضله وينعم عليه بما شاء من كرامته.
وتال القرطبي: لا تعارض بين حديث الأحياء وحديث
النهى عن الاستغفار، وإن حديث أحيا ثمها متاخرا عن الاستغفار
لهما بدليل حديث عائشة رضي الله عنها: أن ذلك كان
في حجة الوداع، ولذلك جعله ابن شاهين ناسخا لما ذكر
من الأخبار. وتال العلامة ناصر الدين بن المنير المالكي في كتاب

خاتم النبیین تھا، دسواں ایکہ حضرت آدم مٹی کے خمیر میں تھے۔ اور عنقریب میں تمہیں اس بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت، اور انجی والدہ کا وہ خواب جو انھوں نے دیکھا، بیان کروں گا۔ اسی طرح تمام نبیوں کی مائیں دیکھتی تھیں۔ اور بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے ولادت کے وقت وہ نود و یکجا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ اور اس میں شک نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے حالتِ حمل و ولادت میں بکثرت نشانیاں دیکھیں، اور سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ انھوں نے انبیاء علیہم السلام کی تمام اُمّہات کو دیکھا جیسا کہ اس بارے میں کتاب المعجزات میں خبریں ہیں سیراب کرتی ہیں۔ اور بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ آپ نے کسی قودھ پلانہ والی کا قودھ نہ پیا مگر یہ کہ وہ اسلام لے آئی۔ کہا ہے کہ آپ کو قودھ پلانے والیاں چار تھیں۔ ایک آپ کی والدہ، دوسری حضرت حلیمہ سوسیہ، تیسری ثویبہ جو محض حضرت اُمّ ایمن (رضی اللہ عنہا) انتہی۔

اعتراض اب اگر تو یہ کہے کہ ان احادیث کا تم کیا کرو گے، جو انکے کفر پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ نار ہیں۔ وہ حدیث یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لَيْتَ شَعْرِي مَا فَعَلَ الْبَوَاقِي" (ہائے افسوس میرے والدین کے ساتھ کیا ہوا) اس پر یہ آیت اتری وَلَا تَسْتَلْ عَنْ أَصْحَابِ الْجَنَّةِ (نبیوں کے بارے میں آپ نہ پوچھیں)۔ اور ایک حدیث یہ ہے کہ استغفار نہ کیجئے اور ایک حدیث یہ ہے کہ انکے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ مَا كَانَ لِشَيْءٍ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ (نبی اور ایمانداروں کیلئے لائق نہیں ہے کہ مشرکوں کیلئے استغفار کریں)۔ اور ایک حدیث یہ ہے کہ نبی کو ویر نہیں تم دونوں کی ماں اگ میں ہے۔ ہذا دونوں پر یہ شاق گزرا۔ پھر آپ نے

"المقتضى في شرف المصطفى". قد وقع لتبينا صلى الله عليه وآله وسلم
 أحياء المولى نظير ما وقع لعيسى ابن مريم الى ان قال: وجاء في حديث
 ان النبي صلى الله عليه وآله وسلم لما سمع من الاستغفار ذلك كما دعا
 الله ان يحيى له ابيه فاحياهما فاسما به وصفا فادسا فامر متبين.
 وقال القوطي: فضائل النبي صلى الله عليه وآله وسلم لم تحل
 تتوالى وتتبايع الى حين معانته فيكون هذا مما فضله الله به و
 اكرمه، قال: وليس احياءهما وايما نهما به الممتنع عقلا وشرقا.
 وقد ورد في القرآن احياء قتيل بنى اسرائيل والاخبار يقاتله، و
 كان عيسى عليه السلام يحيى الموتي، وكن لك تبينا صلى الله عليه وآله وسلم
 وآله وسلم احياء الله على يديه جماعة من الموتي، قال: واذا ثبت
 هذا فما يمتنع من ايما نهما بعد احياءهما زيادة في كرامته فضيلة.
 وقال الحافظ فتح الدين ابن سيد الناس في سيرته بعد ذكر
 قصة احياءه والاحاديث الواردة في التعذيب: وذكر بعض
 اهل العلم في الجمع بين الروايات ما حاصله ان النبي صلى الله
 عليه وآله وسلم لم يزل واقيا في المقامات الستية صاعدا
 في الدرجات العلية الى ان قبض الله روحه الطاهرة
 اليه وازلقه بما خصه لديه من الكرامات حين القدر
 عليه، فمن الجائز ان يكون هذه درجة حصلت له
 صلى الله عليه وآله وسلم بعد ان لم تكن وان يكون احياء
 والامان متاخرا عن تلك الاحاديث فلا تعارض. انتهى.
 وقد اشار بعض العلماء الى ذلك فقال بعد ايراد خبر

دعا کی اور فرمایا میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ ہے ۛ

جواب ۱۔ میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ جو روایاتیں بیان کی گئی ہیں، وہ زیادہ تر ضعیف ہیں، اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے بارے میں صحیح نہیں ہیں، بجز اس حدیث کے جس میں آپ نے استغفار کی اجازت چاہی تھی اور اجازت نہ دی گئی۔ اور مسلم کی روایت بھی آپ کی والدہ ماجدہ کے حق میں صحیح نہیں ہے۔ غصہ و رونا کا جواب آئے والا ہے۔

لیکن تمہاری بیان کردہ احادیث میں سے یہ حدیث کہ لیت شہری ماضی الیاتی فانزلت الابیہ (ہائے افسوس میرے والدین کے بارے میں کیا ہوا، اس آیت تک یہ نازل ہوئی) یہ روایت احادیث کی کسی حد تک کتاب میں کسی نے نقل نہیں کی۔ البتہ منقطع سند کے ساتھ تفسیر کی بعض کتابوں میں اس کا تذکرہ ہے۔ اس بنا پر یہ روایت ناقابل حجت ہے اور نہ لائق اعتناء۔

اب اگر تم واہمی و نحوہ باتوں کے ذریعہ ہم پر حجت قائم کرتے ہو، تو ہم بھی واہمی و نحوہ باتوں کے ذریعہ تم سے معارضہ کر لے ہیں۔ چنانچہ آپ جو جی سیدنا علی مرتضیٰ کریم اللہ وجہہ سے مرکوز حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا تیسرے پاس جبریل آئے، انھوں نے کہا آپ پر خدا سلام بجا رہا ہے اور فرماتا ہے کہ میں نے آپ کے اہلاد کی ہر نسل پر آگ حرام کر دی ہے جن سے آپ تشریف لائے ہیں اور ان شکموں پر بھی آگ حرام کر دی ہے، جنہوں نے آپ کو اٹھایا، اور آپ کو گود میں رکھا۔ یہ صرف معارضہ کی غرض سے واہمی روایت، واہمی روایت کے جواب میں نقل کر دی ہے۔ ورنہ ہم اسے لائق التفات جانتے ہیں اور نہ قابل حجت و استناد گردانتے ہیں۔

پھر یہ کہ یہ نسبت ایک اور وجہ سے بھی مردود ہے، اور اصول و بلاغت اور سرائیمیان کے لحاظ سے بھی قابل رد ہے کہ یہ آیت کریمہ یعنی

حليمة وما أسداه صلى الله عليه وآله وسلم إليها حين قدومها عليه:

اشعار



هذا اجزاء الام عن ارضاعه
وكن لك ادجوا ان يكون لأمه
ويكون احياها الاله وامنت
قلوبها سعدت به ايضا كما
لكن جزاء الله عنه عظيم
عن ذاك امته بدر تعليم
بمحمد فحد يشها معلوم
سعدت به بعد الشقاء حليم
وقال الخافض شمس الدين محمد بن ناصر الدين الدمشقي في
كتابه المسمى مورد الصادق في مولد الهادي بعد ايراد الحديث مقتضاها

اشعار

حيا الله النبي مزيدا فضل
فاحيا امته وكذا ابا
فسلم قال قديم بدأ قدير
على فضل وكان به رؤفا
لايمان به فضلا لطيفا
وان كان الحديث به ضيقا

خاتمة

وتجمع من العلياء لم تقو عندهم هذه المسالك فابقوا حديثي وسلم و
نحوه على ظاهرها من غير عدول عنها بدعوى نسخ ولا غيره ومع ذلك
قالوا: لا يجوز لاحد ان يترك ذلك. قال السهيلي في "الروض الاتق" بعد
له المتوفى سنة اثنتين واربعم وثمان مائة. كذا، ولعله:
منشأه. كذا، والظاهر: ظاهرهما.

وَلَا تَسْأَلْ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ“ اور اس سے پہلی اہل جہنم کی تمام آیتیں یہود کے بارے میں ہیں۔ چنانچہ یہ سلسلہ بیان آیت کہ یہ :-

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذْكُرْ مَا لَكُمْ مِنَ النِّعَمِ الَّتِيْ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوا بَعْدِيْ اَوْفٍ لِّعَرَبٍ كَفُوْا اَيَّٰى قَالِحِبُوْنَ ۝ (الحی قولہ تعالیٰ)
فَاِذْ بَشَّرْتُ ابْنَهُمْ رَبِّيْهِ الْاَيِّ

(پ - سورہ بقرہ)

لے اطفال یعقوب، یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا، اور میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کرونگا، اور خاص میرا عہد ڈر، اور یہاں تک یہ سلسلہ ہے کہ اور جب ابراہیم کو اسکے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا، تو.....

لہذا بطرح یہ قصہ شروع ہوا تھا اسی طرح یہاں تک قصہ ختم ہو جاتا ہے، یعنی یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے شروع ہوتا ہے اور اس کے بعد اعلیٰ آیتوں تک جاری رہ کر اَصْحَابِ الْجَحِيمِ پر پورا ہو جاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصحاب جہنم سے مراد اہل کتاب کے کفار ہیں۔ اور یہ بات حدیث مبارک میں صراحت کے ساتھ وارد ہے، جسے عبد بن حمید، خربابی، ابن جریر اور ابن المنذر اپنی اپنی تفسیروں میں مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا، سورہ بقرہ میں پہلی چار آیتیں مسلمانوں کی صفت میں ہیں، اسکے بعد دو آیتیں کافروں کے بارے میں، پھر تیرہ آیتیں مسلمانوں کی صفت میں، پھر چالیس سے ایک سو ہیں تک بنی اسرائیل کے حالات کی طرف صحیح اشارہ کرتی ہیں۔ اور اسی ضمن میں ایک بات یہ بھی ہے کہ سورہ بقرہ مدینہ ہے، اور اس میں اکثر مخاطبین یہود ہیں۔ اور متابعت کے اعتبار سے یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ ”جہنم“ ان لوگوں کو کہا گیا ہے، جو بڑے بڑے جہنمی ہیں جیسا کہ لغت و لغات کا اقصا ہے۔ چنانچہ ابن حاتم، ابوامالک سے یہ تحریر کرتے ہیں کہ مذکورہ نقل کرتے ہیں کہ ”اصحاب جہنم“ وہ ہیں یہ بڑے بڑے دوزخی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ پہلا دروازہ جہنم پھر لغتی، پھر حتمی، پھر سخی، پھر سقر، پھر جہنم، پھر آویز ہے۔

ابو ادة حديث مسلم: وليس لنا بحق أن نقول ذلك في أبيه صلى الله عليه وآله وسلم لقوله: لا تؤذوا الأحياء بسب الأموات؛ وقال تعالى: إن الذين يؤذون الله ورسوله: الآية.

رسئل القاضي أبو بكر ابن العربي أحد الأئمة المالكية عن رجل قال: إن آية النبي صلى الله عليه وآله وسلم في التار: فأجاب بأن من قال ذلك فهو ملعون لقوله تعالى: أن الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا والآخرة، قال: ولا أذى أعظم من أن يقال عن أبيه: أنه في النار.

ومن العلماء من ذهب إلى قول خامس وهو الوقف. قال الشيخ تاج الدين الفاكهاني في كتابه "الفجر المنير": والله أعلم بحال أبيه. وقال الباجي في "شرح الموطأ": قال بعض العلماء: أنه لا يجوز أن يؤذى النبي صلى الله عليه وآله وسلم بفعل مباح ولا غيره، وأما غيره من الناس فيجوز أن يؤذى بمباح وليس له المنع منه ولا يأنم فاعل المباح وإن وصل بذلك أذى إلى غيره؛ قال: ولذلك قال النبي صلى الله عليه وآله وسلم: إذا أراد علي بن أبي طالب أن يتزوج ابنة أبي جهل: أخطأ فخطأ يقتله متى وأني لأخوكم بأهل الله تعالى، ولكن والله! لا تجتمع أئمة رسول الله وأئمة عند الله عند رجل أبدا! فجعل حكمها في ذلك حكمه أنه لا يجوز أن يؤذى بمباح. واحتج على ذلك بقوله تعالى: أن الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله الآية، الايتين، فشرط على المؤمنين أن يؤذوا "بغير ما اكتسبوا" وأطلق الأذى في خاصة النبي صلى الله عليه وآله وسلم.

فرمانے ہیں کہ تحیم میں ابو جہل ہوگا۔ اس رعایت کی سند بھی صحیح ہے۔ لہذا اس
 وجہ کے وہی لائق ہیں، جن کا کفر بہت بڑا ہو، اور ان کا اٹنا ہے حدیث ہو،
 اور بوقت دعوت ان کا عناد شدید ہو، اور عداوتیں علم کے باوجود تبدیل و تحریف
 اور عہد و انکار کے وسیلے رہے ہوں۔ نہ کہ وہ لوگ مستحق ہوں جن کے لیے کسی غذا
 کا امتنان و گمان ہو۔

ابو جہل کی یہ بات صحیح ہے کہ حضرت ابوطالبؑ نبی کریمؐ کی شرافت اور حسن سلوک کی وجہ
 سے ان وقت میں سب سے کم خطاب پانے والا ہے، باوجودیکہ انہوں نے حضور
 کو دعوت کو سمجھا اور اس کے قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور اسی عمر میں ہی بہت طویل ملاجی۔
 یہ تمہارا حضور کے والدین کے بارے میں کیا گمان ہے؟ کیونکہ وہ دونوں
 حضرت سے قریب ہیں سب سے زیادہ قریب، محبت میں سب سے زیادہ شدید و عذر
 میں سب سے زیادہ نزدیک، اور عمر میں سب سے کم تھے۔ تو کیا تم یہ گمان کرتے ہو
 کہ معاذ اللہ وہ دونوں طبقہ تحیم میں ہیں؟ اور ان پر بہت زیادہ شدید اور سخت
 خطاب ہو رہا ہے؟ جیسے ادنیٰ ذوق سلیم ہے، وہ ایسا کچھ ہی نہیں سکتا۔

اب رہی وہ حدیث جس میں ہے کہ "تجرل من حضور کے ساتھ مبارکہ پر ہاتھ رکھ کر
 کہا کہ حالت شرک پر مرنے والے کے لیے استغفار نہ کیجئے" تو اس حدیث کو
 تمہارے ایسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے، جسے کوئی جانتا ہی نہیں۔

یہی نزولِ آیت والی حدیث، تو یہ بھی ضعیف ہے۔ اس صحیح حدیث میں یہ
 ثابت ہے کہ یہ آیت حضرت ابوطالبؑ کے بارے میں نازل ہوئی، اور ان کے لیے حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں یقیناً اس وقت تک تمہارے لیے استغفار کرتا
 رہوں گا جب تک کہ مجھے تم سے روک نہ دیا جائے ۛ

اب رہی یہ حدیث کہ "اشی مع اقلکما" (میری ماں، تم دونوں کی ماں کی مشابہت ہے)
 اگرچہ اسے حاکم نے "المستدرک" میں نقل کر کے اس کی تصحیح کا ہے، اور اہل سنت میں

عليه وآله وسلم من غير شرط - انتهى.

المسألة

وقد سئلت ان انظم في هذه المسألة ابيانا اختم بها هذا التأليف
ان الذي يعث النبي محمدا
ولامه وابيه حكم شائع
فجماعة اجروهما مجرى الذي
والحكم فيمن لم تجتبه دعوة
فيذاك قال الشافعية كلهم
وليسورة الاسراء فيه حجة
وليعرض اهل الفقه في تعليله
اذهم على الفطراتي ولد ولولم
ونجا الامام الفخر رازي الودي
قال الاولى ولدا والنبي المصطفى
من آدم لا بيه عيد الله ما
فالشركون كما بسورة توبة
وليسورة الشعراء فيه تقلب
هذا كلام الشيخ فخر الدين في
فجزاه رب العرش خير جزائه
فلقد تدبر في زمان الجاهلية
وبين بن عمرو بن نفيل هكذا
له كذا والنظر به يحذف، اي يهلك ويستاصل.

قلت:
انفي به الثقليين مما يجوز
ابدا اهل العلم قيا صنفوا
لم يات به خبر الدعاة المسعفة
ان لا عذاب عليه حكم مؤلف
والاشعرية ما بهم متوقف
وينحوا في الذكراى تعرف
معنى أدق من التسميم والطف
يظهر عناد منهم ونخلف
متحايه للسامعين تشفت
كل على التوحيد اذ يتحنت
فيهم اخو شرك ولا مستنكف
نجس وكلهم بطهر يوصف
في الساجدين فكلهم متحنت
اسرار هطلت عليه الذرف
وجبال جنات النعيم تزخرف
فوقه دين الهدى وتحنقوا
يدى بن عمرو بن نفيل هكذا
له كذا والنظر به يحذف، اي يهلك ويستاصل.

اپنی سہل انگاری سے صحیح کے زمرہ میں گنا دیا ہے، لیکن علم حدیث میں یہ مسئلہ قاعدہ ہے کہ ایک تنہا شخص کی تصحیح قابل قبول نہیں ہوتی ہے۔ پھر جب امام ذہبی نے ”مختصر المستدرک“ میں اس حدیث کو درج کیا، اور حاکم کے قول ”صحیح“ کو نقل کیا تو اسکے بعد ائمہوں نے فرمایا، میں کہتا ہوں کہ خدا کی قسم! عثمان بن عفیر کو ”دارقطنی“ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ لہذا ذہبی اس حدیث کو ضعیف قرار دیکر اس پر شرعی قسم اٹھاتے ہیں۔ اور جبکہ اس مسئلہ میں بجز ضعیف حدیثوں کے کچھ نہ ہو، تو اوہل نظر کے لیے اسلام کے سوا کسی اور طرف خور کرنا محال ہے۔“

چوتھی بات :- جس مسئلہ کی تائید و نصرت میں بیان کرتا ہوں یہ ہے کہ بلاشبہ یہ ثابت ہے کہ ایک جماعت، زمانہ جاہلیت میں ایسی تھی، جو یک سوا ہو کر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین کی پیروی کرتی تھی، اور شرک میں مبتلا نہ ہوتی تھی۔ لہذا ایسی کوئی وجہ مانع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آباد و اجاد اس دین پر گامزن نہ رہے ہوں؟

اور حافظ ابوالفرج بن جوزی ”التلخیص“ میں کہتے ہیں کہ ان حضرات کے نام جنہوں نے زمانہ جاہلیت میں بت پرستی کو اختیار نہ کیا کچھ یہ ہیں :- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن عمرو بن نفیل، عبداللہ بن جحش، عثمان بن المحورث، ورقہ بن نوفل، رباب بنت براہ، اسعد بن کریم حمیری، قس بن ساعدہ ایادی، اور ابوقیس بن صرقہ ہیں۔ انتہی اور زید بن عمرو بن نفیل، ورقہ اور قس کی تحقیق میں احادیث وارد ہیں۔ اسحاق بن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ اسکی اصل صحت میں حضرت اسماعیل بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے ”تعلیقاً“ مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو خانہ کعبہ سے گھر لگائے یہ کہنے دیکھا کہ اے قریش کے لوگو! کسی نے تم میں سے میرے سوا، حضرت ابراہیم علیہ السلام

قد قرر السبكي بذلك مقالة
ان لم يكن عين الوضوء من على المص
دقيق وهو بطول عمر احتفت
عادت عليه صحبة الهادي قما
قما اهلية المضلاله يعرف
قلاؤه وابوه احدى سيما
دادت من الايات ما لا يوصف
وجماعة ذهبوا الى احبائه
ابويه حتى امتا لا خوفوا
دروى ابن شاهين حديثا مستدا
في ذاك لكن الحديث متضعف
هذا امسالك لو تفرد بعضها
لكني فكيف لها اذا تألفت
ويحسب من لا يرتضيها حسنة
اديا ولكن ابن من هو متضعف
صلى الاله على النبي محمد
هاجد الدين الخفيف لمحتف

حديث يتعلق بهما

قال البيهقي في شعب اليمان: اخبرنا ابو الحسين بن بشير اننا
ابو جعفر الرازي انبا يحيى بن جعفر ان ابا زيد بن الحجاب انبا سريين بن معاذ
ثنا عبد الله بن يزيد عن طلح بن علي قال: سمعت رسول الله صلى الله
عليه وآله وسلم يقول: لو ادركت والدي ادا حدتها وانا في صلاة المشاء
وقد قرئ فيها يفتحة الكتاب قنادي: يا محمد! لا جنة لهم: لبنيك.
قال البيهقي: يا سريين بن معاذ ضعيف.

فائدة

قال الاذوق في تاريخ مكة: حدثنا محمد بن يحيى عن عبد العزيز بن حمزة
عن هشام بن عاصم الاسلمي قال: لما خرجت الى النبي صلى الله عليه وآله وسلم

کے دین پر صبح نہیں کی۔ پھر وہ کہتے ہیں، اے خدا! اگر میں کسی وجود کو
بترے حضور زیادہ محبوب جانتا تو میں اسے بھی اپنا لیتا لیکن میں کسی غیر کو جانتا نہیں۔
میں کہتا ہوں کہ یہ بات پہلے مسک کی تائید کرتی ہے کہ کوئی بھی ایسا شخص
نہیں ہے جسے دعوت حق نہ پہنچی ہو، اور وہ اس کی کیا حقیقت نہ جان سکو۔
اور ابو نعیم "دلائل النبوة" میں عمرو بن عبسہ سلمی سے روایت کرتے ہیں
کہ وہ کہتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں اپنی قوم کے مجسودوں کی طرف متوجہ ہوا
تو میں نے دیکھا کہ یہ تو باطل ہیں، پتھروں کی پرستش کرتے ہیں۔

امام بیہقی اور ابو نعیم، دونوں "دلائل" میں بطریق شعبی، شیخ جہینہ سے
روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن عبسہ نے زمانہ اسلام پایا۔

اور امام الاشاعره شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت
ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ عین رضائے الہی میں رہے۔ امام کے اس کلام کے
مراہ میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ انکی مراد یہ ہے کہ وہ جسکی حالت
ہمیشہ غیر مغضوب ہے۔ یعنی ناپسندیدہ حالت میں نہیں رہے، کیونکہ علم الہی میں یہ تھا
کہ یہ بہت جلد مسلمان ہو کر خلافت ابراہیم ہو جائیں گے۔

اور امام شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انرا لکی یہ مراد ہو
تو صدیق اور تمام صحابہ اس میں برابر ہو جاتے ہیں، حالانکہ امام اشعری رحمۃ اللہ
لے صدیق کی تعریف میں یہ الفاظ فرمائے ہیں، جو انکے سوا دوسرے صادق نہیں
آسکتے۔ لہذا راہ صواب یہی ہے کہ یوں کہا جائے کہ ان سے کفر کی حالت کسی وقت
بھی ثابت نہیں ہے، ممکن ہے کہ بعثت سے قبل انکی حالت ویسی ہی ہو، جیسی کہ
نبی بن عمرو بن نفیل وغیرہ کی حالت تھی۔ لہذا صدیق کے تذکرہ کے لیے تمام
صحابہ سے جداگانہ خصوصیت چلیے۔ انتہی کلام السبکی۔

میں کہتا ہوں۔ اسی طرح ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو

في غزوة أحد فتزولوا يا أيها البراءة، قالت هند ابنة عتبة لابي سفيان بن حرب:
لو عيشتُم قبرا أمية ام محمد صلى الله عليه وآله وسلم فانه بالايواء فان اسراحي
منكم اقتديتم به كل افسان يارب من ادابها، قد كرهت لك ابوسفيان لقولش
فقلت قولش: لا تفتح علينا هذا الباب! اذن يبحث بنو بكر موتانا.

فائدة

من شعوب الله والد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اوردته الصلح
الصفدي في تذكرة:

لقد حكم الساردون في كل بلدة
وان إلى ذوالجحر والسود الذي
وجدي داباءه ابلوا العلى
قدما لطيل لعن الحبيب المحض
لن والايواء قرية من اعمال الفرج من المدينة بينهما وبين الجحفة ما على المدينة
ثلاثة وعشرون ميلا، وقيل: الايواء جبل على عين ارة ويمين الطريق للمعبد
الى مكة من المدينة وهناك بلد ينسب الى هذا الجبل، قال السكري: الايواء جبل
شامخ مرتفع ليس عليه شئ من النيات غير الخزم والبشام وهو نخاعة وضرة.
ويا لايواء قبرا أمية بنت وهب ام النبي صلى الله عليه وسلم، وكان السبب في دفنها
هناك ان عبدا لله والد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم كان قد خرج الى مكة فمات
توافيات بالمدينة، فكانت زوجته أمية بنت وهب بن عبد مناف بن زهرة تخرج
في كل عام الى المدينة تزود قبره، فلما اتى على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم مات
سنتين فمجت زائرة لقبره ومعها عبد المطلب ام ايمن حاضنة رسول الله صلى الله عليه
وسلم فلما صادت بالايواء منصرفه الى مكة ماتت بها، ويقال: ان ابا طالب ارغوا
في التجار بالمدينة وحمل معه أمية ام رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، فلما
رجع منصرفا الى مكة ماتت أمية بالايواء، انتهى ما في معجم البلدان مختصرا.

رضی اللہ عنہما کے بارے میں کہنا چاہیے کہ ان دونوں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کی حالت ثابت نہیں۔ ممکن ہے کہ ان دونوں کی حالت ویسی ہی ہو، جیسے زید بن عمرو بن نفیل، اور حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حال ہے۔ اور یہ کہ بلاشبہ حضرت صدیق اور زید بن عمرو کو زمانہ جاہلیت میں جو تحقیق حاصل ہے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہے۔ لہذا یہ دونوں بعثت سے پہلے صدیق اور حضور سے بہت زیدہ محبت رکھنے والے تھے۔ اس لیے ان سے بڑھ کر آپ کے والدین کریمین مستحق ہیں کہ آپ کی برکت انکی طرف متوجہ ہو، اور اہل جاہلیت کی بے دینیوں سے یہ دوں محفوظ رہیں۔

اب اگر تم یہ کہو کہ ایک بات کی عقدہ کشائی رہ گئی ہے، وہ یہ ہے جسے مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک شخص نے کہا، یا رسول اللہ میرے باپ کہاں ہیں؟ فرمایا جہنم میں۔ پھر کچھ عرصہ اسے بلایا اور فرمایا اِنِّ ابْنِیْ وَابْنَتِیْ فِی النَّارِ (میرے اور تمہارے بہن بھائی جہنم میں ہیں) اور مسلم و ابوداؤد کی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کیلئے استغفار کی اجازت چاہی، اور آپ کو اجازت نہ دی گئی۔ لہذا اسکی بھی عقدہ کشائی کی جائے۔ میں بس و حتم اسکا جواب دیتا ہوں کہ حدیث کے یہ الفاظ کہ اِنِّ ابْنِیْ وَابْنَتِیْ فِی النَّارِ اس پر راوی متفق نہیں ہیں، البتہ اسے حماد بن سلمہ سے بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ ذکر کیا ہے۔ یہ وہ سند ہے جسے مسلم نے روایت کیا ہے، اور محمد نے بروایت ثابت، اسکے خلاف روایت کیا ہے۔ اور انھوں نے ان الفاظ کا ذکر نہیں کیا، بلکہ بیان کیا کہ اِذَا مَرَّتْ بِقَبْرِ کَافِرٍ قَبِضَتْ بِهَا النَّارُ یعنی جب تم کافر کی قبر پر گزرو تو اسے جہنم کی خبر دیدو۔ یہ لفظ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد پر یقیناً کسی قسم کی دلالت نہیں کرتا۔ اور روایت کے لحاظ سے یہ زیادہ ثابت ہے، کیونکہ حضرت عمر، حماد سے اثبت ہیں، اسکے کہ حماد کے حافظہ پر کلام کیا گیا

اور انکی احادیث میں منکر باتیں واقع ہیں۔ محدثین بیان کرتے ہیں کہ ربیبہ نے
 انکو کہہ کر پھسایا، اور حماد حفظہ کر سکے۔ لہذا جب وہ بیان کرتے، تو اُس پر انہیں
 شک ہوتا۔ اسی بنا پر امام بخاری نے ان سے کوئی حدیث نہیں لی۔ اور نہ امام
 مسلم نے "اصول" میں ان سے کوئی حدیث لی، مگر وہ روایت جو حضرت ثابت سے ہے
 حاکم نے "المستدرک" میں کہا ہے کہ امام مسلم نے "اصول" میں حماد کی کوئی روایت
 نہیں لی، مگر وہ حدیث جو حضرت ثابت سے مروی ہے۔ بلاشبہ ایک جماعت
 نے "الشواہد" میں نقل کیا ہے۔ لیکن حضرت عمر! تو انکے حافظہ پر کسی نے
 کلام نہیں کیا۔ اور نہ اُنکی کسی حدیث میں کوئی منکر بات بتائی۔ اور امام بخاری
 و مسلم نے اُنکی روایت لینے پر اتفاق کیا ہے۔ لہذا انکے لفظ زیادہ ثابت ہیں۔
 پھر یہ کہ ہم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی
 انہی الفاظ کو مروی پایا ہے، جو حضرت عمرؓ روایت ثابت انشاء اللہ
 کی روایت کے لفظ ہیں۔ چنانچہ بزار، طبرانی اور بیہقی لہذا ابوالحسن بن سعد از
 زہری از عامر بن سعد بن ابی وقاص زہری عنی وہ اپنے والد سے روایت
 کرتے ہیں کہ ایک بدوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا
 تیسرے باپ کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا جہنم میں! اُس نے کہا اور آپ کے
 والد کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا جب کبھی تم کسی کافر کی قبر پر گزرو، تو اسے جہنم
 کی خبر دیدو۔ اس روایت کی بخاری و مسلم کی شرط پر ہے۔ لہذا اس لفظ پر
 اعتماد اور اسے اسکے غیر پر مقدم رکھنا لازم ہے۔ اور طبرانی اور بیہقی نے
 اس حدیث کے آخر میں اتنا اضافہ کیا ہے، "راوی نے کہا ہے کہ وہ بدوی
 اسکے بعد اسلام لے آیا۔ پھر وہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 مجھے بڑی مشکل بات کا ذمہ داور بنایا کہ میں جب بھی کسی کافر کی قبر پر گزروں
 تو اسے جہنم کی خبر دیدیا کروں۔"

اور ابن ماجہ نے بطریق ابراہیم بن سعد از زہری از سالم بن عبد اللہ بن عمر العدوی مدنی، فقیہ از فقہاء سبعہ المتوفی سلاستیں وہ اپنے والد سے، رعایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا ایک بدوی نے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ میرا باپ ملہ جی کرتا اور ایسا ایسا اتحادہ کہاں ہے؟ فرمایا جہنم میں! راوی کہتا ہے گویا کہ اُس نے اُسے پالیا۔ پھر پوچھا، یا رسول اللہ آپ کے والد کہاں ہیں؟ فرمایا جہنم میں کسی مشرک کی قبر پر گزرو، تو اُسے جہنم کی خبر دید۔ اسکے بعد وہ بدوی اسلام لے آیا، اور کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بڑی دشواریات کا ذمہ وار بنایا ہے کہ میں جب بھی کسی کا فر کی قبر پر گزروں تو اُسے جہنم کی خبر دیدیا کروں۔ لہذا یہ رعایت پہلے سے بہت زیادہ واضح ہے، اس لیے اس میں عام طور پر وہی الفاظ ہیں جو بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوئے ہیں، اور اس میں بدوی نے اسلام لائیکے بعد بمقتضاء حکم، امثال امر کو دیکھا اور اسکی بجائوری میں دشواری کو پایا۔ اور اگر جواب پہلے لفظ کے ساتھ ہو، تو اس میں یقیناً کچھ بھی حکم نہیں نکلتا، اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے الفاظ راوی کے تصرف سے ہیں جسے اُس نے اپنے فہم کے مطابق حدیث بالمعنی بیان کی ہے۔ بلاشبہ بخاری و مسلم میں بکثرت روایات اس پہنچ کی واقع ہیں جن میں راوی کا تصریح موجود ہے۔ اور انکے سوا اس سے زیادہ ثابت ہیں، مثلاً مسلم شریف کی وہ حدیث جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بسیم اللہ کی قرأت کی نفی میں مروی ہے، اور اسکی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیل فرمائی ہے، اور فرمایا کہ دوسری سند سے اسکے سماع کی نفی کرنے والی حدیث ثابت ہے۔ لہذا راوی نے اس سے نفی قرأت کو سمجھا اور اپنے فہم کے مطابق حدیث بالمعنی روایت کر دی اور اسے خطا لاحق ہوئی۔

اب ہم اس مقام میں مسلم شریف کی حدیث کا جواب اُس پہنچ پر دیتے ہیں جیسے ہمارے امام، امام شافعی رضی اللہ عنہ نے بسیم اللہ کی قرأت کی نفی میں مسلم کی حدیث کا جواب دیا ہے۔ پھر اگر لفظ اول کے راویوں کے اتفاق کو فرض کر لیں تو گزشتہ دلائل

سے وہ متعارض بن جاتے ہیں۔ اور حدیث صحیح، جب اسکے معارض دوسرے ایسے دلائل ہوں جو اس سے ارجح ہوں، تو اسکی تاویل واجب ہوتی ہے، اور ان دلائل کو مقدم رکھا جاتا ہے، جیسا کہ اصول کا قاعدہ ہے۔ اور دوسرے جواب کی رو سے حضور کا اپنی والدہ کے استغفار کی اجازت نہ ملنے والی حدیث کا جواب یوں ہوگا کہ ممکن ہے اس میں مسلسل پرستگاری ایسی معاملات ہو، جیسے کہ شروع اسلام میں اس شخص کی نماز حبارہ ممنوع تھی جس پر قرض ہو، باوجودیکہ وہ مسلمان ہو۔ پھر یہ کہ اسکا بھی امکان ہے کہ یہ مانعت، دیگر کافروں کے ضمن کی بنا پر ہوئی ہو اس وجہ سے اُنکے لیے بھی استغفار کرنے سے روک۔ اہو، لیکن پہلا جواب زیادہ درست ہے۔ یہ ایک قسم کی تاویل ہے۔

پھر میں نے حضرت عمر کی روایت کے الفاظ کی مانند ایک حدیث دیکھی جو اس سے زیادہ واضح ہے۔ اس میں صراحت ہے کہ سائل چاہتا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کے بارے میں سوال کرے، مگر اسے ادب اور تامل نے باز رکھا۔ چنانچہ حاکم "المستدرک" میں صحیح قرار دیکر لقیط بن عامر سے روایت نقل کی، وہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تھیک بن عاصم بن مالک بن المنتفق کیسے حاضر ہوئے، وہ کہتے ہیں کہ ہم رجب گزارنے کیلئے مدینہ میں حاضر ہوئے، اور فبری نماز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی، اسکے بعد حضور لوگوں کو خطبہ دینے کھڑے ہوئے راوی نے اسکے بعد بیان کی یہاں تک کہ اس نے کہا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم میں سے کوئی زمانہ جاہلیت میں بھلائی پر ہے؟ اس پر فرمایا، اے قریشی جوان! بیشک تیرا باپ المنتفق جہنم میں ہے، اسوقت گویا میرا چہرہ اور میرا گوشہ تاپسینہ پسینہ ہو گیا، کیونکہ حضور نے تمام لوگوں کے سامنے میرے باپ کا حال بیان کر دیا تھا۔ پھر اسکے بعد میں نے ارادہ کیا کہ میں کہوں یا رسول اللہ آپ کے والد کہاں ہیں؟ مگر میں نے کچھ سوچ کر اچھے طریقہ سے بدل کر عرض کیا،

یا رسول اللہ! آپ کے اہل کا کیا حال ہے؟ فرمایا جب تم کسی مشرک تشریف یا عامری کی قبر پر گزرو، تو اُس سے کہنا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں بتا دوں کہ تمہارے لیے کیا بشارت و خبر دی گئی ہے۔

اس روایت میں کوئی اشکال نہیں ہے، اور یہ سب سے زیادہ واضح روایت اور روشن ترمیم ہے۔ اور وہ کونسی چیز سائل کو مانع ہوئی کہ وہ پوچھے کہ آپ کے والد کہاں ہیں؟ اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں، جو اُنس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں لفظ ”اُبی“ ہے، اگر اُسکی مراد ثابت ہو جائے، تو اسکا مطلب حضور کے چچا حضرت ابوطالب ہونگے، نہ کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ۔ جیسا کہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لفظ ”اُب“ سے مراد چچائی ہے۔ بلاشبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد و ابن جریر اور سدی کی روایتیں پہلے نقل کی جا چکی ہیں، اس جگہ ہر دو باتیں مترشح ہوتی ہیں۔ پہلی بات یہ کہ لفظ ”اُب“ (باپ) کا اطلاق حضرت ابوطالب کیلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عام رائج تھا۔ اسی بناء پر وہ لوگ حضرت ابوطالب سے کہتے تھے کہ ابوطالب تم اپنے بیٹے کو ہمارے معبودوں کو بُرا کہنے سے باز رکھو۔ اور حضرت ابوطالب نے اُنکے کہنے پر ایک مرتبہ حضور سے عرض بھی کیا تھا۔ پھر جب کفار نے اُن سے یہ کہا کہ تم اپنے بیٹے کو ہمارے سپرد کر دو، تاکہ ہم اُسے قتل کر دیں۔ اور اُنکے بدلہ تم ہم سے اس بچہ کو لے لو۔ (اسکے جواب میں حضرت ابوطالب فرمایا) میں اپنے بیٹے کو تو تمہیں قتل کرنے کے لیے دیدوں، اور تمہارے بیٹے کو لیکر میں اُنس کی کفالت کروں!

اور جبکہ حضرت ابوطالب شام کی طرف سفر کر رہے تھے، اور اُنکے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لیجا رہے تھے، تو بحیرہ راہب نے اُنکے پاس آکر دریافت کیا، یہ فرزند تمہارا کون ہے؟ اُنھوں نے کہا یہ میرا بیٹا ہے۔ اس پر

اُس را جب نے کہا کہ اس فرزند کے لیے سزا دار نہیں ہے کہ اس کا والد زندہ ہو۔
 معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حضرت ابوطالب کو والد کہلانا نئے نزدیک
 عام دستور تھا، کیونکہ وہ حضور کے چچا تھے، ادا انھوں نے آپ کے بچپن سے خدمت و
 کفالت کے فرائض انجام دیئے تھے، وہ آپ کو اپنی نگہداشت و حفاظت اور حمایت
 میں رکھتے تھے، اسی بنا پر عام لوگ والد ہی گمان کر کے ان کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔
 دوسری بات یہ کہ اسی کے مشابہ ایک حدیث میں واقعہ ہے کہ جسے اپنے مقدمہ
 کے دلائل میں حضور نے حضرت ابوطالب کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ طبرانی حضرت ام سلمہ
 رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے دن حارث بن ہشام آئے، انھوں نے
 عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمیں صلہ رحمی، ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک
 یقینوں کے ساتھ بھلائی، مہمان کی خاطر تواضع، اور مسکینوں کو کھانا کھلانے پر
 ترغیب و تحریص فرماتے ہیں۔ یہ سب باتیں ہشام بن مغیرہ بھی کرتا تھا، لہذا یا رسول اللہ
 آپ کا اسکے بارے میں کیا گمان ہے؟ حضور نے فرمایا ہر وہ قبر والا جلا اللہ الا اللہ
 کی شہادت نہیں دیتا وہ جہنم کے گڑھے میں ہے۔ بلاشبہ میں نے اپنے چچا ابوطالب کو
 جہنم میں غوطہ زن پایا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے میری منزلت اور مجھ پر ان کے احسان ہونے
 کی بنا پر اسے نکال کر جہنم کی تمازت و طیش میں کر دیا۔

ایک جماعت نے ان تمام جوابوں کو بھی پسند فرمایا ہے، اور جو حدیثیں
تنبیہ حضور کے والدین کریمین کے بارے میں ہیں ان کے جواب میں وہ کہتے ہیں
 کہ وہ سب منسوخ ہیں، جب طرح وہ احادیث جو مشرکوں کے بچوں کے جہنمی ہونے کے
 بارے میں مروی ہیں منسوخ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ مشرکوں کے بچوں کے بارے میں
 حدیثوں کو منسوخ کرنے والی یہ آیت کریمہ ہے۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرٰی | کوئی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتی
 اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے بارے میں احادیث کا نسخہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ
رَسُولًا - ہم کسی کو عذاب کرنے والے نہیں جب تک کہ
ہم رسول نہ بھیجیں -

اور یہ عجیب اتفاقی نکتہ ہے کہ دونوں فریقوں کے دونوں جملے ایک آیت کے ایک ہی
سیاق کلام میں حرف عطف کے ساتھ نظم قرآن میں یکجا جمع ہیں -
یہ جواب تمام سوالوں سے زیادہ مفید و مختصر ہے - مگر یہ کہ یہ مسلک اہل کے نزدیک
حرک مسلک ثانی کے نزدیک، جیسا کہ واضح ہے - اسی بنا پر یہ ہیں - لہذا فی ہر دلائل و
حجج لانے کی ضرورت پیش آئی -

تکمیل بحث بلاشبہ حدیث میں ثابت ہے کہ دوزخیوں میں سب سے کم عذاب جہنم
حضرت ابوطالب ہیں، کیونکہ وہ جہنم کی طیش و تمازت میں اس طرح
ہیں کہ ان کے دونوں پاؤں میں آگ کی جوتیاں ہیں جس سے ان کا دماغ کھولچا تا ہے
یہ روایت اس بات پر دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین جہنم میں
نہیں ہیں بلکہ اگر وہ اس میں ہوتے، تو وہ حضرت ابوطالب سے زیادہ کم عذاب کے
مستحق ہوتے، اس لیے کہ انہیں کریمین حضرت ابوطالب سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے عزت و منزلت میں قریب تر ہیں، اور ان کا عذاب بھی زیادہ ہے - کیونکہ انھوں نے
نہ تو زمانہ بعثت پایا، اور نہ ان پر فرض اسلام ہوا، جسے وہ نہ کر سکتے، بخلاف
حضرت ابوطالب کے - اور یقیناً الصادق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے
بیفرمایا ہے کہ وہ دوزخیوں میں سب سے کم عذاب پالے والے ہیں - لہذا حضور کے
والدین کریمین اس کے سزاوار ہو ہی نہیں سکتے - اہل اصول کے نزدیک یہ قاعدہ
دلائل الاشارة کہلاتا ہے -

مناظرانہ طریق پر بحث آج کل اکثر لوگ جھگڑنے والے موجود ہیں، خاص کر
اس مسئلہ میں - اور ان مجاہدین کی اکثریت ایسی
جنہیں طریق استدلال کی معرفت ہی نہیں ہے - لہذا ان سے بحث کرنا ہی اضعاف

وقت ہے۔ انکے سوا کچھ لوگ ایسے بحث کرنے والے بھی ہیں جن سے گفتگو کر کے انکے ذہن کو قریب کیا جاسکتا ہے۔ لہذا انہیں کی اکثریت یہ کہتی ہے کہ صحیح مسلم میں جو کچھ ثابت ہے تم اس کے خلاف کہتے ہو۔ اب اگر وہ لوگ ہمارے مذہب والے یعنی شافعی المذہب ہیں تو میں ان سے کہتا ہوں کہ صحیح مسلم میں یہ بھی ثابت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ نہیں پڑھتے تھے، حالانکہ تم بغیر بسم اللہ کے نماز کو صحیح ہی نہیں کہتے۔ اور صحیح میں یہ بھی ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حتمی طہ پر تم اپنے امام کی پیروی کرو، اور اس سے اختلاف نہ کرو۔ لہذا جب وہ رکوع کرے، تو تم بھی رکوع کرو، اور جب وہ سر اٹھائے، تو تم بھی سر اٹھاؤ، اور جب وہ ”سَمِعَ اللہُ لِمَنْ حَمَدَہ“ کہے، تو تم ”رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ“ کہو، اور جب وہ بیٹھے، تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔ حالانکہ جب امام ”سَمِعَ اللہُ لِمَنْ حَمَدَہ“ کہتا ہے، تو تم بھی ”سَمِعَ اللہُ لِمَنْ حَمَدَہ“ اُسی کی مانند کہتے ہو، اور جب امام عذہ کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے، تو تم قادر ہوتے ہوئے اس کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہو، نہ کہ بیٹھ کر۔

اور صحیحین میں تیمم کی حدیث میں ثابت ہے کہ تمہیں کافی ہے کہ یہ کہو اپنے دونوں ہاتھوں کے ساتھ ایسا ہی۔ پھر اپنے ہاتھ کی ایک ضرب مارے، اور مسح کرے یا نہیں سے داہنے پر اور دونوں ہاتھوں کی پشت پر اور اپنے چہرہ پر۔ حالانکہ تم تیمم میں ایک ضرب کو کافی نہیں بتاتے، اور مسح کو کو عین تک۔ لہذا تم ان احادیث کی جو صحیحین یا کسی ایک صحیح میں ثابت ہیں کیوں مخالفت کرتے ہو؟ لہذا ضروری ہے اگر علم کی ادنیٰ رشتہ بھی ہے کہ یہ کہو ان کے مقابل دوسرے دلائل قائم ہیں، اس بنا پر انہیں اس پر مقدم رکھا ہے۔ اس وقت میں بھی اس سے یہی کہو لگا کہ اس پر حجت نہیں کی جاسکتی، مگر اسی طریقہ سے، کیونکہ وہ اسکا اقرار کر چکا ہے، اسی قبیل کے دوسرے مسائل میں۔ لیکن اگر محاذوں و مناظر مالکی مذہب کا ہے، تو میں اس سے کہو لگا کہ صحیحین میں ہے کہ خرید و فروخت کرنے والے کو اس وقت تک اختیار ہے جب تک وہ جَدانہ ہو

حالانکہ تم خیارِ مجلس کو ثابت نہیں رکھتے۔ اور صحیح مسلم میں ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا، اور پورے سر کا مسح نہیں فرمایا۔ حالانکہ تم وضو پورے سر کے مسح کو واجب قرار دیتے ہو۔ لہذا جو صحیح میں ثابت ہے تم اس کی کیوں مخالفت کرتے ہو؟ اسوقت تم بھی کہو گے کہ اسکے مقابل دوسری دلیل اس پر اس پر قائم ہیں۔ پھر میں بھی یہی کہوں گا کہ یہ مسئلہ بھی ایسا ہی ہے۔

اور اگر محادل و مناظر حنفی المذہب ہے، تو میں اس سے کہوں گا کہ صحیحین میں ثابت ہے کہ جب کُت کسی برتن میں ٹو بخذ الدے، تو اسے سات مرتبہ وضو پلائے حالانکہ تم کہتے کی نجاست میں سات مرتبہ کی شرط قائم نہیں رکھتے۔

اور یہ کہ صحیحین میں ثابت ہے کہ لاھلۃ لمن لم یقرأ بفتح الکتاب“ جس نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی اسکی نماز نہیں۔“ حالانکہ تم اسکے بغیر بھی نماز کو صحیح و درست رکھتے ہو اور یہ کہ صحیحین میں ثابت ہے کہ پھر سر اٹھایا یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو گئے۔ حالانکہ تم اعتدال میں اطمینان کے بغیر بھی نماز کو صحیح رکھتے ہو۔ اور صحیح حدیث میں ہے کہ جب پانی دُوقلہ ہو، تو وہ نجس نہیں ہوتا۔ حالانکہ تم قلتین کا اعتبار ہی نہیں کرتے۔ اور صحیحین میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”مَدَّ غَلَامٌ“ کو فروخت کیا۔ حالانکہ تم کہتے ہو کہ غلام مدبر نہ بیچا جائے۔ لہذا ان احادیث صحیحہ کی تم کیوں مخالفت کرتے ہو؟ اسوقت تم کہو گے کہ اسکے مقابل دوسرے دلائل قائم ہیں، اسلیئے انہیں قدم رکھا گیا۔ لہذا میں بھی یہی کہوں گا، یہ مسئلہ بھی ایسا ہی ہے۔

اور اگر محادل و مناظر حنبلی المذہب ہے، تو میں اس سے کہوں گا کہ صحیحین میں ثابت ہے کہ جس نے یومِ شکر کا روزہ رکھا، اس نے ابوالقاسم یعنی حضرت علی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ اور صحیحین میں ثابت ہے کہ رمضان مبارک کا غیر مقدم ایک یا دو روزے پہلے رکھ کر نہ کرو۔ حالانکہ تم یومِ شکر کے روزہ کو برقرار رکھتے ہو لہذا جو صحیحین میں ثابت ہے اس کی مخالفت کیوں ہے؟ اسوقت تم بھی کہو گے کہ

اسکے مقابل دیگر دلائل قائم ہیں انھیں اس پر مقدم رکھا گیا۔ لہذا میں بھی یہی کہوں گا کہ یہ مسئلہ بھی ایسا ہی ہے۔ آج کل اس قسم کا استدلال لوگوں کے ذہنوں کو قریب لانے کے لیے زیادہ مناسب ہے۔

اور اگر حجادول آن لوگوں میں سے ہو، جو حدیثوں کی کتابیں لکھتے ہیں، اور ان کے پاس فقہ نہیں ہے، تو ان سے کہا جائیگا کہ متقدمین نے کہا ہے الحدیث بلا حقیقہ کعطار غیر طیب۔ یعنی بغیر فقہ کے محدث ایسا ہے جیسے بغیر طبیب کے عطار۔ مطلب یہ کہ دوائیں تو دکان میں موجود ہیں، لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ یہ کس مرض کے لیے ہیں۔ اور فقہ بغیر حدیث کے ایسا ہے جیسے کہ طبیب جو عطار نہ ہو۔ وہ یہ نہ جانتا ہے کہ فلاں مرض کی فلاں دوا ہے، مگر اس کے پاس دوا نہیں ہے۔ بیشک میرے پاس ہے اللہ حدیث، فقہ، اصول، تمام آلات عربیہ، معانی، اور بران وغیرہ سب موجود ہیں۔ ایسے ہم جانتے ہیں کہ کیونکر کلام کیا جاتا ہے، اور کیسے بحث کی جاتی ہے، اور کس طرح استدلال ہوتا ہے، اور کیسے رجوع ہوتا ہے۔

لیکن تم اے اخی! اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق بخشنے، تم اسکی صلاحیت نہیں رکھتے، نہ تم فقہ جانتے ہو، نہ اصول، نہ کچھ آلات عربیہ کا علم ہے، نہ حدیث میں کلام کا سلیقہ، اور استدلال کا تو تمہیں شعور ہی نہیں۔ ایسے شخص کو بحث و کلام کی پیشقدمی نہ کرنی چاہیے، جبکہ پاس یہ علوم نہ ہوں، اللہ تعالیٰ نے جتنا تمہیں دیا ہے اُسی پر قناعت کرنا چاہیے۔ حالانکہ تمہارا حال یہ ہے کہ جب تم سے کسی حدیث کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے، تو تم اتنا ہی کہتے ہو کہ مروی ہے یا مروی نہیں ہے، اور اسکی حافظوں نے تصحیح کی ہے، یا اسے حسن کہا ہے، یا اسے ضعیف کہا ہے وغیرہ، اور مقام افتاء میں تمہیں اس قدر کے سوا حلال نہیں ہے، تو اس کے ماسوا کو اس کے اہل کیلئے راستہ چھوڑ دو۔

لا تحسب المجتد تمراً أكمله ۞ لن تبلغ المجتد حتى تلحق السبيل

اس کے بعد چاروں مذاہب کے ہر مقلد سے ایک اور بات کہتا ہوں کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تین طلاقیں ایک ہی قرار دیا جاتی تھیں، اور یہنا صدیق اکبر اور فاروق اعظم کی شروع خلافت تک یہی طریقہ رہا۔ اب میں یہ طالب علم سے دریافت کرتا ہوں کہ اس حدیث کے اقتدار کے بموجب اس شخص کے بارے میں کیا فتویٰ دو گئے جس نے اپنی زوجہ کو کہا ”تجھے تین طلاقیں ہیں“ کیا وہ فقط ایک واقع ہو گئی؟ اگر تم کہو ہاں! تو میں اس پر معارضہ کر دینگا۔ اور اگر تم کہو نہیں! تو میں کہوں گا، اس مسئلہ کو ایسا ہی سمجھو! اس تمام بحث و کلام سے یہی مقصود ہے کہ ہر حدیث جو صحیح مسلم میں ہو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ معارضہ کے باوجود اسکا اقتدار بھی ہے۔

تیسرا مسلک مذہب تیسرا مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آپ کے والدین کو زمین کو زندہ فرمایا، یہاں تک کہ وہ آپ پر ایمان لائے۔ اس مسلک کی طرف محدثین وغیرہ کے آثار کی جماعت مائل ہوئی ہے چنانچہ ان میں سے ابن شاہین (ابو جعفر عمر بن شاہین بغدادی واعظ، المتوفی ۳۷۵ھ) اور حافظ ابو بکر خطیب بغدادی، سہیلی، قرطبی، الحب طبری، اور علامہ ناصر الدین ابن المنیر وغیرہ حفاظ حدیث ہیں۔ ان حضرات کا استدلال اس مسلک میں یہ ہے، جسے ابن شاہین نے ”الناسخ والمنسوخ“ میں، خطیب بغدادی نے ”السابق واللاحق“ میں، اور اذقطعی وابن کثیر و قسطلانی نے ”غرائب مالک“ میں بسند ضعیف سے متنازعاً تصدیقہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”حجۃ الوداع“ کالج ہمارے ساتھ ادا فرمایا اسوقت آپ کے پاس ساتھ ”عقبۃ الحجین“ پر گزر فرمایا اس حال میں کہ آپ بیغموم و محزون اور گریہ فرما رہے تھے۔ آپ نے نزول فرمایا اور میرے پاس سے طویل غرۃ تک دور ہو کر پھر جب آپ والیں تشریف لائے، تو خوش اور مسکرا رہے تھے۔ میں نے آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا میں نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کے پاس جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ انہیں زندہ فرما دے، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا، پھر وہ مجھ پر ایمان لائیں اظہار تعلق انہیں والیں کر دیا۔“ محدثین کے نزدیک متفقہ طور پر یہ حدیث ضعیف ہے، بلکہ ایک نے یہ بھی کہا کہ یہ موضوع ہے۔ لیکن درست یہی ہے کہ یہ ضعیف ہے، موضوع نہیں ہے۔

اب میں اس حدیث کے بیان میں ایک ایک جزو کھول کر مرتب کرتا ہوں۔

حضرت تہسلیح ”الروض الاتق“ میں سند کے ساتھ بیان کر کے فرماتے ہیں کہ

اس سند میں دو راوی مہجول ہیں، وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے دعا کی کہ والدین کریمین کو زندہ فرما دے، تو اس نے انھیں زندہ فرمایا، پھر وہ ایمان لائے، اور انکا انتقال ہوا۔ اسے بیان کرنے کے بعد سہیلی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے، اور اسکی قدرت و رحمت سے کوئی چیز بعید نہیں ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسکے اہل ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے اپنے فضل سے انھیں مخصوص فرمائے اور اپنے کرم سے آپ پر جو چاہے انعام فرمائے۔ اور حافظ قطری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ زندہ کرنے کی حدیث، اور استغفار سے نعمت فرمانے کی حدیث کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ والدین کریمین کے زندہ کرنے والی حدیث، حدیث استغفار سے بعید ہے۔ دلیل یہ ہے کہ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حجۃ الوداع کی ہے۔ اس بنا پر ابن شاہین نے اس حدیث کو گزشتہ کی تمام حدیثوں کی جگہ اس بارے میں میں ناسخ قرار دیا ہے۔ اور علامہ ناصح الدین بن المنیر مالکی رحمۃ اللہ کتاب المقتفی فی شرف المصطفیٰ میں فرماتے ہیں کہ بلاشبہ ہمارے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مردوں کا زندہ کرنا ایسا ہی واقع ہے، جیسا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے واقع ہے۔ انھوں نے یہاں تک فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں کیلئے استغفار سے روکا گیا، تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرے والدین کو زندہ فرما دے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے انھیں زندہ فرمایا اور ایمان لائے، پھر وہ دونوں تصدیق کرتے ہوئے مومن ہو کر دوبارہ انتقال فرما گئے۔

حافظ قطری فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ہمیشہ مسلسل اور پیہم آپ کے وصال مبارک تک برقرار رہے۔ لہذا یہ امر بھی آپ پر اللہ تعالیٰ کے افضال و اکرام میں سے ہے۔ فرماتے ہیں انکا زندہ فرمانا اور ایمان لانا نہ عقلاً محال ہے نہ شرعاً۔ یقیناً قرآن کریم میں، بنی اسرائیل کے مقتول کا زندہ اور اسکا اپنے قاتل کی خبر ملتا۔

وارد ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مَرُودوں کو زندہ کرتے تھے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر مَرُودوں کی ایک جماعت کو زندہ فرمایا فرماتے ہیں جبکہ یہ بات ثابت ہے، تو حضور کی کرامت و فضیلت سے کیا بعید ہے کہ والدین گریہ میں کو زندہ فرما کر ایمان سے نوازا ہو۔

اور حافظ فتح الدین ابن سید الناس رحمۃ اللہ اپنی کتاب سیرت میں قصہ احیاء اور عذاب میں مروی شدہ احادیث کے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم روایتوں کی جمع و تطبیق میں فرماتے ہیں، جسکا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مقاماتِ سنیہ میں درجاتِ علیہ کی طرف عروج فرماتے والے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی توجہ مبارک کو اپنی طرف قبض فرمایا، اور اپنے خاص قرب کی کرامتوں سے آپ کو نوازا، اور آپ اس پر فائز المرام ہوئے۔ لہذا یہ بھی امر حجازی ہے کہ یہ درجہ بھی اسکے بعد آپ کو حاصل ہوا جو جبکہ پہلے نہ ہوا، چونکہ احیاء و ایمان، سالیقہ احادیث کے بعد و متاخر واقع ہے، تو اس میں کوئی تعارض واقع نہیں۔ انتہی

بعض علماء و اسطرن اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وایہ حلیمہ صدیقہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر لجانے اور وہاں جو شواہد رونما ہوئے انکی وہ خبر دیتی ہوئی وقتِ ق۔ م یہ اشعار کہتی ہیں

لکن جزاء اللہ عنہ عظیم	هَذَا جَزَاءُ الْأَمِّ عَنْ أَرْضَائِهِ
عن ذاك أمانة بد العیہ	وَكَيْدًا لِّأَجْوَانِ الْكُونِ لَأَمِّهِ
بمحمی فحدیثہا معلومہ	وَيَكُونُ أَحْيَاها الْإِلَٰهَ وَأَمْنَتِ
سعدت بہ بعد الشقاء ملیمہ	فَلْيَبْهَمَا سَعْدَتِ بِهِ الْيَتَامَا

اور حافظ شمس الدین محمد بن ناصر الدین دمشقی (المتوفی ۷۸۵ھ) اپنی کتاب ”مورد الصادی فی مولد الہادی“ میں اس حدیث کو لانے کے بعد اپنے یہ اشعار قلمبند فرماتے ہیں

علیٰ فضل و کان بہ رؤفًا
 یٰ ایمان بہ فضلًا لطیفًا
 وان کان الحدیث بہ ضعیفًا

حیا اللہ النبی مزید فضل
 فاحیا امّہ و کذا ابا
 فسلم فالقدیم بدن اقدیر

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت پر مزید فضیلت مرحمت فرمائی
 کیونکہ وہ آپ پر بہت مہربان ہے۔ لہذا آپ کی والدہ اور والد کو آپ پر ایمان لانے
 کے لیے زندہ فرمانا مزید لطف و فضل ہے، کیونکہ ان کا اسلام لانا پچھلے ہی سے
 مقدر تھا، اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے :

خاتمہ

عامیاری کی ایک جماعت کے نزدیک یہ مسائل و مذاہب قومی نہیں ہیں،
 اور صحیح مسلم کی وہ دونوں حدیثوں، اور ان کے سوا دیگر حدیثوں کو بغیر تاویل
 و عدول اور ناسخ و منسوخ و غیرہ کے، اپنے ظاہر پر باقی رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ کہتے
 ہیں کہ یہ کسی کیلئے جائز نہیں ہے کہ انکا ذکر کرے۔ حضرت سہیلؓ "الروض الاتق" میں
 حدیث مسلم لانے کے بعد کہتے ہیں کہ میں یہ حق نہیں ہے کہ ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 کے والدین کریمین کے بارے میں ایسا کہیں، کیونکہ حضور کا ارشاد ہے "لا تشذوا الاحیاء
 بسب الاموات" یعنی مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو ایذا نہ دو۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اَلَا یَہْدِیْہُمْ اللّٰہُ اِلٰی شَیْءٍ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ

انکہ مالکیہ میں سے حضرت قاضی ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ سے ایک شخص کے بارے
 میں پوچھا گیا کہ وہ کہتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین (معاذ اللہ) آگ میں ہیں؟
 آپ نے فرمایا جو یہ کہتا ہے، وہ ملعون ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ
 اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی النَّارِ اَلَا یُخْوَۃ۔ فرماتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر اللہ کے رسول
 کو کوئی ایذا پہنچانا نہیں ہے کہ وہ کہے اُنکے آباء (معاذ اللہ) جہنم میں ہیں۔

اور کچھ علماء و قول خیم یعنی "توقف" کی طرف گئے ہیں۔ چنانچہ شیخ تاج الدین
 فاکہانی اپنی کتاب العجرا المنیر میں کہتے ہیں کہ حضور کے والدین کریمین کے حال کو اللہ تعالیٰ ہی

زیادہ جانتا ہے۔ اور الباساجی "شرح موطا" میں فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے کہا ہے کسی کو یہ جائز نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو، یا کسی دوسرے کو فعل مباح سے ایذا پہنچائے لیکن دوسرے لوگوں کو فعل مباح سے ایذا رسانی جائز ہے نہ اسکی ممانعت ہے، اور نہ فاعل گنہگار ہوتا ہے، اگرچہ اس سے کسی دوسرے کو ایذا پہنچتی ہو۔ (اسی بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے فرمایا جبکہ وہ ابو جہل کی بیٹی سے بھی نکاح کرنے کا ارادہ رکھتے تھے کہ ذائقہ (رضی اللہ عنہ) میرے جسم کا ٹکڑا ہے، اور میں اسے حرام قرار نہیں دیتا جسے اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ کے رسول کی بیٹی، اور دشمن خدا کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں کبھی جمع نہیں ہو سکتیں۔ لہذا اس مسئلہ میں بھی ویسا ہی حکم ہے، جیسا کہ یہاں ہے۔ اور یہ جائز نہیں ہے کہ فعل مباح سے حضور کو ایذا پہنچائی جائے۔ اور اس پر محض نے اسی آیت کریمہ سے دلیل لی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ (الآیتین) اس لیے کہ مومن پر جائز ہے کہ اپنے کسی دوسرے کو بغیر قصد و ارادہ کے ایذا پہنچا سکتا ہے، لیکن مطلقاً ایذا کسی طرح بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص کر نہیں پہنچا سکتا۔ انتہی المسئلہ ما :- مجھ سے خواہش ظاہر کی گئی کہ میں اس مسئلہ میں چند اشعار لکھ کر اس تالیف کو ختم کروں، چنانچہ میں کہتا ہوں :-

ان الذی بعث النبی محمداً ۝ انجی بہ الثقلین مما یحیف
(بقیہ اشعار اصل میں ملاحظہ کیجئے)

ایک حدیث حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے بارے میں ایک اور حدیث ہے، جسے امام بیہقی نے "شعب الایمان" میں نقل کر کے فرمایا، ہم سے روایت کی ابو الحسن بن بشران نے، ان سے ابو جعفر رازی نے، ان سے یحییٰ بن جعفر نے، ان سے زید بن حباب نے، ان سے یاسین بن معاذ نے، ان سے عبد اللہ بن یزید نے، ان سے طلق بن علی نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اگر میں اپنے والدین کو یا ان میں سے کسی ایک کو اس حال میں پاؤں کہ میں نماز عشاء ادا کر رہا ہوں، اور اس میں



سورۃ فاتحہ کو پڑھ رہا ہوں، اسوقت وہ پکاریں یا محمد! تو یقیناً میں قبول کر کے
کہوں لَبَّيْكَ یعنی حاضر ہوں۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یاسین بن معاذ ضعیف ہے
الازرقی "تاریخ مکہ" میں کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی محمد بن یحییٰ
قالہ از عبد العزیز بن عمران، از ہشام بن عاصم اسلمی، وہ کہتے ہیں کہ جب میں نے

غزوہ اُحد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خروج کیا تھا، تو ہم مقام ابواء میں
اُترے، تو ہندہ بنت عتبہ نے ابوسفیان بن حرب سے کہا، کاش! میں آمنہ والدہ محمد
(صلی اللہ علیہ وسلم) کی قبر کو ملیا میٹ کر سکتی! کیونکہ اُنکی قبر ابواء میں ہے۔ لہذا تم میں سے
جو بھی کوئی ایسا کر کے مجھے خوش کر لگا، میں اُس کی ہر خواہش کو پورا کر دوں گی۔
پھر اسکا ذکر ابوسفیان نے قریش سے کیا، تو قریش نے کہا ہم یہ یہ دروازہ نہ کھولو
ورنہ اسوقت بنی بکر ہمارے مُردوں کی قبریں کھود ڈالیں گے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ والد ماجد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
ایک دفعہ فرمایا: یہ چند اشعار ہیں، جنکو الصالح صفدی نے اپنے "تذکرہ" میں

بیان کیا ہے

لقد حکم السارون فی کل بلدۃ	بان لنا فضلا علی سادۃ الارض
وان ابی ذوالمجد والسود والذی	یشاہ ما بین بسرا الذی خفض
وجدی وابعالہ ابلوا العلی	قد یمالط البعرف والحساب المحض

بقیہ حاشیہ از صفحہ ۱۳۱ از زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ جو ادنیٰ پانچ مرتبہ بچہ جننی اور آخر مرتبہ کے نہ ہوتا
اس کا کان چھو دیتے پھر نہ اپرو سواری کرتے نہ اس کو بی مکتہ نہ پانی اور چار پر شکات اس کو جھیرہ کہتے اور
جب سرخوش ہوتا یا کوئی عیار ہوتا تو یہ نذر کرتے کہ اگر میں سرخوش بن جیرت واپس آؤں یا تھوڑے سا عیار تو میری دوستی
ساتھ لے لیا ہے اور اس سے بھی نفع اٹھانا جیرہ کی طرح حرام جانتے اور انکو آزاد کر دیتے تھے۔ اور بکری جب سات مرتبہ
بچہ جن چکی تو اگر ساتوں بچہ نہ ہوتا تو اس کو مرد کھاتے اور اگر مادہ ہوتا تو بکریوں میں چھوڑ دیتے اور ایسے ہی اگر زیادہ
دونوں ہوتے تو کہتے کہ یہ اپنے بھائی سے ملنے اس کو وصلہ کہتے۔ اور جب نر اونٹ سے دس گیارہ حاصل ہو جاتا تو اس کو
چھوڑ دیتے نہ اپرو سواری کرتے نہ اس سے کام لیتے نہ اس کو چار پانی سے روکتے اس کو حاکمی کہتے تھے (مترجم)

مختصر تذکرہ مؤلف رحمہ اللہ

اشیخ الامام، العالم العلامہ، وحید العصر، ابو الفضل جلال الدین عبدالرحمن بن شیخ الامام، ابی بکر کمال الدین سیلوٹی شافعی رحمۃ اللہ علیہ و تعالیٰ بركاتہ واسکنہا ببحرہ تجتہ اپنی کتاب ”حسن المحاضرہ“ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ میری پیدائش ماہ رجب ۱۲۹۹ھ کی چاند رات کو ہوئی، اور میری زندگی کی نگہداشت حضرت شیخ محمد مجذوب فرمائی جو اکابر اولیاء میں سے مشہر شریف کے قریب کے رہنے والے تھے انھوں نے میری تربیت فرمائی کیونکہ میں یتیم ہی پیدا ہوا تھا۔ پھر آٹھ سال کی عمر میں قرآن کریم کو حفظ کیا، اور ۱۳۰۷ھ کے شروع میں علم دین کی تحصیل میں مشغول ہو گیا، اور ۱۳۱۶ھ میں عربی کی تحصیل سے فارغ ہو کر سند فراغت حاصل کی۔ اور اسی سن میں نے سب سے پہلی تالیف ”شرح الاستعاذہ والاسئلہ“ مرتب کی، اور اسے اپنے استاذ شیخ الاسلام علم الدین بلقینی کی خدمت میں پیش کر دی انھوں نے اس پر تقریظ تحریر فرمائی۔ اسکے بعد آخر عمر تک فقہ کی خدمت میں ہمیشہ مشغول رہا۔ حضرت علامہ موصوف بیان فرماتے ہیں کہ میں چار سال تک اپنے استاذ الامام العلامہ تقی الدین شبلی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر حدیث و عربی کو حاصل کیا۔ انھوں نے میرے لیے ”شرح الفیہ ابن مالک“ اور ”جمع الجوامع“ اور عربی زبان پر میری دیگر تالیفات پر تقریظیں لکھیں، اور متعدد بار عربی زبان کے علوم و اصول میں انھوں نے مجھے بطور گواہ آگے بڑھایا۔ اور صرف میرے عرض کرنے پر ہی وہ اپنے قول سے رجوع فرمایا کرتے تھے۔ میں ان کے وصال تک ان کی خدمت سے جدا نہ ہوا، رحمۃ اللہ علیہ پھر میں نے استاذ علامہ، استاذ الوجود محی الدین کافجی رحمۃ اللہ کی خدمت میں چودہ سال تک حاضری دی، اور ان سے تفسیر و اصول، عربیت و معانی وغیرہ علوم کو حاصل کیا اور انھوں نے مجھے عظیم المرتبت اجازت عطا فرمائی۔ اسکے بعد تصنیف کا سلسلہ شروع کر دیا اور میری تصانیف سلسلہ اس وقت تک تین سو تک پہنچ گیا ہے۔ یہ تعداد اسکے سوا ہے جنہیں میر نے یا تو تلف کر دیا ہے، یا ان سے رجوع کر لیا ہے۔



بجاء اللہ تعالیٰ میں نے بکثرت شہروں کا سفر کیا، تمام ملکوں کو پائنتا۔ کسان اور شرق و
 غرب کی سیر کی۔ اور جب میں نے حج کیا، تو خوب سیر ہو کر آب زمزم پیا۔ اسکے بعد خود ہی فرماتے ہیں
 کہ میں نے جو کچھ کہا ہے، وہ تحدیثِ نعمت کے طریقہ پر ہے، نہ کہ فخر و مباہات کے لیے۔
 اور اگر میں چاہوں، تو ہر مسئلہ پر مستقل ایسی تصنیف کر سکتا ہوں، جو اقوالِ اولیٰ القلیہ
 قیاسیہ اور اعتراض و جواب کے ساتھ ہو۔ یقیناً میں اس پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے
 نہ کہ اپنی قوت و طاقت سے قادر ہوں۔ انتہیٰ ملخصاً۔ اسکے بعد مصنف رحمۃ اللہ نے
 اپنی تصانیف و تالیفات کی فہرست تین صفحات میں شمار کرائی ہے۔

اور نیز الدین زرکلی، قاموس کی چوتھی جلد میں تراجم الاعلام کے راء میں لکھتے ہیں کہ
 علامہ جلال الدین سیوطی (۸۴۹-۹۱۱ھ/۱۴۲۵-۱۵۰۵ء) کا نام عبدالرحمن بن ابی بکر
 بن محمد بن سابق الدین خضیری سیوطی ہے۔ علامہ جلال الدین، امام، حافظ، مورخ، ادیب
 تھے، انکی چھ تلو تصنیفات ہیں، جن میں سے کچھ تو بڑی ضخیم کتابیں ہیں، اور کچھ مختصر رسالے
 قاہرہ میں یتیم پیدا ہوئے، اور انکی والدہ بھی انکی پانچ سال کی عمر میں انتقال کر گئیں،
 اور جب چالیس سال کی عمر کو پہنچے، تو لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی، اور نیل کے کنارے
 روضۃ المقیاس میں گوشہ نشین ہو گئے، اور اپنے تمام ساتھیوں کو الیا چھوڑا گویا کہ وہ
 کسی کو جانتے ہی نہیں تھے۔ پھر انھوں نے بہت سی کتابیں تالیف کیں۔ اور اعیانہ
 و امراء انکی زیارت کو آتے، تو بکثرت اموال و ہدایا پیش کرتے مگر وہ انھیں واپس کر دیتے تھے
 سلطان نے انھیں کئی مرتبہ بلایا، مگر انھوں نے حاضر ہونے سے انکار کر دیا، اس نے تحفے
 بھیجے، انھیں بھی واپس کر دیا، اور اسی حال میں انھوں نے ۹۱۱ھ مطابق ۱۵۰۵ء میں
 انتقال فرمایا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

یہ کتاب بھی آپ کی بے نظیر تالیف ہے، اس کتاب کے مختلف ناموں سے
 نورس لے ہیں، جن میں چھ رسالے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سلسلہ میں ہیں، بقیہ حیاۃ الانبیاء، تنزیہ الانبیاء اور مناقب
 امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ہیں۔ غلام معین الدین نعیمی غفرلہ

(مطبعہ علم و فضل، لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بافاضا علی حضرت امام اہل سنت
محمد و آلہ صافہ مولانا احمد رضا خان صاحب
قادی رَحْمَةُ اللہ عَلَیْہِ

تاجدار ملت شریف
سید الفاضل سادات
تعمد لکن صاحب



قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اتَّبِعُوا السُّنَنَ فَإِنَّ فِيهَا عِظَمَ نَفْعٍ مِمَّنْ شَدَّ التَّكْلِفَ أَبُو مَجْنَدٍ

مدیر مؤسسہ
محکم غلام میاں
نائب مدد
غلام قطب الدین
نصیری بک

عظ
ہفت روزہ
سوادا
الہو

بالطاف عالیہ
تابع اہل حضرت علامہ مولانا
مفتی محمد رفیع صاحب دینی مکتبہ
کراچی

حمایت مذہب اصلاح معاشرہ تہذیب و سیاست اسلام اور احکام پاکستان کے نشانع ہوتا ہے